ڈاکٹر شاہ انجم

مختار الدین احمد کے خطوط بنام جلیل احمد قدوائی

Letters of Mukhtaruddin Ahmed to Jalil Ahmed Kidwai

Dr. Shah Anjum, Assistant Professor, Government Degree College, Hyderabad.

Abstract:

These letters by Dr. Mukhtaruddin Ahmed were written from 18th March 1991 to 9th February 1994, to Jalil Ahmed Kidwai a Poet, Story Writer, Journalist, Sketch Writer, Literary Critic, Researcher, Lexicographer & Litterateur.

Dr. Mukhtaruddin Ahmed M.A, Ph.D (Alig), D.Phil (Oxon), Ex-Vice Chancellor, Mazharul Haq Arabic and Parisian University, Patna, India & Ex-Pro-Vice Chancellor, Jamia-i-Urdu, Aligarh, etc is not only a great Scholar in Urdu literature but also has a deep understanding and vision for the Arabic and Persian Literatures.

These letters are important from educational, academic and literary point of view, specially in the history of Aligarh Muslim University, India.

ایسا حُسنِ اتفاق ذرا کم ہی ہوا کرتا ہے، جیسا کہ ڈاکٹر مختار الدین احمد اور جلیل قدوائی (۱۹۹۶ء۔۱۹۰۴ء) کی زیرِ نظر مراسلت کے سلسلے میں دیکھنے میں آیا۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب مدیر ''تحقیق'' سے یہ معلوم ہوا کہ وہ اپنے زیرِ ترتیب شمارے میں ڈاکٹر مختار الدین احمد کے نام جلیل قدوائی مرحوم کے آٹھ خطوط شریکِ اشاعت کر رہے ہیں، تو میری خوشی کا عالم دیدنی تھا۔ اس لیے کہ راقم الحروف آج کل مکتوباتِ جلیل کی جمع آوری میں مصروف ہے۔

چناں چہ میرے اشتیاق کو ملاحظہ کرتے ہوئے مذکورہ خطوط ایک نظر دیکھنے کے لیے مجھے عنایت کر دیے گئے۔ یہ دیکھ کر خوش گوار حیرت کا سامنا ہوا کہ پیشِ نظر سلسلۂ مکاتبت کے تقریباً تمام خطوط میرے پاس محفوظ تھے جو ڈاکٹر مختار الدین احمد نے جلیل قدوائی مرحوم کو لکھے تھے۔

جناب مدیر کو جب یہ معلوم ہوا تو آپ نے مجھے حکم دیا کہ انھیں فوری اشاعت کے لیے پیش کردوں، چناں چہ تعمیلِ ارشاد میں ان خطوط پر ضروری حواشی بھی تحریر کر دیے گئے ہیں۔

راقم کے پاس موجود ڈاکٹر مختار الدین احمد کے زیرِ نظر خطوط کی تعداد دس ہے۔ اس سلسلے کا آغاز ۱۸/مارچ ۱۹۹۱ء سے ہوتا ہے۔ جب کہ آخری خط ۹/فروری ۱۹۹۴ء کو لکھا گیا۔

یہ صراحت بھی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے مذکورہ دس خطوط میں سے چار، فوٹو اسٹیٹ نقول پر مشتمل ہیں جب کہ چھے اصل خطوط ہیں۔ مذکورہ نقول کا قصّہ یہ ہے کہ جلیل قدوائی نے اپنے نام ڈاکٹر مختار الدین صاحب کے چار خطوط سیّد انیس شاہ جیلانی کی درخواست پر ان کی مبارک لائبریری محمد آباد (صادق آباد) میں محفوظ کرنے کے لیے انھیں دے دیے تھے۔ اور ان کی فوٹو اسٹیٹ نقول بنوا کر اپنے پاس رکھ لی تھی۔ محترم سیّد انیس شاہ جیلانی کے نام جلیل قدوائی کے ایک خط[۱] سے بھی اس امر پر روشنی پڑتی ہے۔ چناں چہ متعلقہ اقتباس ملاحظہ ہو:

> ''عرصۂ دراز سے آپ کی امانت (مختار الدین احمد کے میرے نام تین [۲] خطوط کی شکل میں) محفوظ ہے۔ آج ان کی نقول لے کر آپ کی خدمت میں وہ اصلی خطوط ارسال کر رہا ہوں۔ تاخیر کے لیے معذرت خواہ ہوں۔ رسید ضرور ارسال کردیں۔'' [۳]

جلیل قدوائی نے ڈاکٹر صاحب کے مزید چھے خطوط کے ساتھ مذکورہ چار فوٹو اسٹیٹ خطوط بھی راقم کو عطا کر دیے تھے۔

ان خطوط کی علمی، ادبی اور تاریخی اہمیت تو ان کے متن ہی سے مترشح ہے، لیکن آپ کے طرزِ املا سے متعلق یہ وضاحت کرتا چلوں کہ ڈاکٹر صاحب نے اپنی ان تحریروں میں قدیم املا کی بعض خصوصیات کو اب تک (کم از کم ان خطوط کے عرصے تک) برقرار رکھا ہوا ہے۔ چند مثالیں ملاحظہ ہوں:

''آپکا، آجکل، اسوقت، اسقدر، اسکے، جسطرح، جسقدر، جسکی، بیجد، نہو، نہوگا، ملیگا، ملیگی، رہیگا، لکھدیا'' وغیرہ۔ اسی طرح بعض الفاظ کا املا دونوں طرح سے ملتا ہے: مثلاً: آپکو۔ آپ کو وغیرہ۔ لیکن ان خطوط کی زیرِ نظر اشاعت میں جدید املا اختیار کیا گیا ہے۔

ڈاکٹر صاحب کے اکثر خطوط مفصل اور بڑے دل چسپ ہوتے ہیں۔ عالمانہ ومحققانہ وصف رکھنے کے ساتھ ساتھ ان کا سلیس اور مکالماتی انداز قابلِ ذکر ہے۔ تحریر کی برجستگی، روانی اور شگفتگی بھی دیدنی ہے۔

ڈاکٹر صاحب بات سے بات نکالنے کا ہنر بھی خوب جانتے ہیں۔ وہ یاد نگاری کا مظاہرہ اس خوبی سے کرتے ہیں کہ پڑھنے والے کے تسلسل میں کوئی فرق نہیں آتا۔ مذکورہ گفتگو کے تناظر میں ڈاکٹر مختارالدین کے خطوط سے چند فقرے مثالاً دیکھتے چلیں:

''۔۔۔یاد آیا، عمرالدین مرحوم، ذاکر صاحب سے اکثر کہتے تھے: آپ نے بہت ''سیکریفائیاں'' کی ہیں۔ اور میمن صاحب [علامہ عبدالعزیز] فرماتے تھے، آپ کی جو جو ''ڈیفیکلٹیاں'' ہوں وہ کتاب لے کر گھر آجایئے اور دور کر لیجیے''۔ (مکتوب محررّہ ۱۸/۳/۹۱ء)

''مکتوب گرامی کی تاریخ تحریر پر نظر پڑی اور آگے علی گڑھ پہنچنے میں جو وقفہ تین ماہ کا لگا، اس پر مجھے بچپن کے ایک کرم فرما یاد آ گئے۔۔۔ شاہ سبحان احمد نے سہ رام سے مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ کا سفر پیدل ہی نہیں کیا بلکہ وہ ہر پانچ قدم پر دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے حرمین شریفین پہنچے تھے۔ حجاز تو خیر بہت دور ہے لیکن وہ اگر کراچی سے علی گڑھ اس اہتمام سے بھی آتے تو اپنے ساتھ آپ کا خط شاید اس مدت سے کم میں لے آتے''۔ (ایضاً: ۳/۳/۹۲ء)

''آپ کی حسبِ ذیل کتابیں میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔۔۔ سوانح حیات کی پہلی جلد بھی ملی تھی لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ کسی صاحب نے 'قبول فرمائی''۔ (ایضاً: ۹/۷/۹۲ء)

''۔۔۔اگر آپ کے یہاں سارے علاقوں میں اُردو کا بول بالا ہوتو ہمیں کچھ سکون اور اطمینان ہو کہ یہاں نہیں تو وہاں اُردو کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔''۔۔۔رہا علی گڑھ اسٹیشن پر ہندی تحریریں تو بھائی یہ تو ہونا ہی تھا۔ آخر ۸۰۰ سو سال کے بعد لوگوں کو اپنی زبان اور تہذیب کے احیا کا موقع ملا ہے تو کیوں نہ کریں''۔(ایضاً)

اب ڈاکٹر مختار الدین احمد کے خطوط سے قبل ان کے سنین پر بھی ایک نظر ڈالتے چلیں چناں چہ فہرستِ مکتوبات ملاحظہ ہو:

خط نمبر	تاریخ تحریر	مقام
۱۔	۱۸/مارچ ۱۹۹۱ء بمطابق یکم رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ	علی گڑھ
۲۔	یکم مئی ۱۹۹۱ء	علی گڑھ
۳۔	یکم جولائی ۱۹۹۱ء	علی گڑھ
۴۔	۲۵/اکتوبر ۱۹۹۱ء	علی گڑھ
۵۔	۳/مارچ ۱۹۹۲ء	علی گڑھ
۶۔	یکم/اپریل ۱۹۹۲ء	علی گڑھ
۷۔	۱۵۔۹/جولائی ۱۹۹۲ء	علی گڑھ
۸۔	۱۹/نومبر ۱۹۹۲ء	علی گڑھ
۹۔	۲/فروری ۱۹۹۳ء	علی گڑھ
۱۰۔	۹/فروری ۱۹۹۴ء	علی گڑھ

---

(۱)

جامعۂ اُردو، علی گڑھ ۱۹۳۹ء
سارے جہاں میں دھوم ہماری زبان کی ہے۔

فون: ۲۳۰۶۸
نائب شیخ الجامعہ
جامعۂ اُردو،
علی گڑھ
۱۸۔۳۔۱۹۹۱ء

مختار الدین احمد
ایم اے، پی ایچ ڈی (علیگ)
ڈی۔فل (آکسن)

یکم رمضان المبارک ۱۴۱۱ھ

محترمی جناب جلیل قدوائی صاحب! السلام علیکم

آپ کا مرسلہ قیمتی تحفہ ''تجزیے اور تجربے'' جسے آپ نے گذشتہ نومبر کی کسی تاریخ کو بھجوایا مجھے تاخیر سے ملا۔ پھر جیسا کہ ہمارے ہاں قاعدہ ہے خاص طور پر اُردو دنیا میں ایک دو دوست آپ کی کتاب پڑھنے کو لے گئے۔ کل اسلوب احمد انصاری صاحب جو ہمارے پڑوس میں رہتے ہیں اسے دیکھ گئے ہیں آپ کو خط لکھنے کے بعد کتاب ان کے مطالعے کے لیے بھیج رہا ہوں آپ کے یہاں کی مطبوعات یہاں کم آتی ہیں اور ''راس مسعود سوسائٹی کی کتابیں اور آپ کی تصانیف تو عنقا کا درجہ رکھتی ہیں۔ کئی سال ہوئے مشفق خواجہ صاحب کے ساتھ کوزی ہومز، گلشن اقبال [کراچی] میں ایک (شام ۱۹ اپریل ۱۹۸۳ء) کو ملا تھا اور مل کر بہت متاثر ہوا تھا۔ اسے کئی سال گزر گئے۔ اب آپ کی تازہ تصویر کسی اور کتاب میں دیکھتا یا آپ سے کہیں ملاقات ہو جاتی تو پہچاننے میں تکلف ہوتا۔ میں نے ان دونوں تصویروں کے نیچے اپنے نسخے میں یہ شعر لکھ دیا ہے۔

آگ تھے ابتدائے عشق میں ہم
خاک ہو گئے انتہا ہے یہ

کتابت و طباعت اور کاغذ بہت معمولی ہے لیکن آپ اس کا تردد نہ کیجیے بڑی بات یہ ہے کہ کتاب چھپ گئی اور شائقین تک پہنچ گئی۔ ورنہ آج کل آفسٹ اور (کذا) [۱] کے تکلفات اتنے بڑھ گئے ہیں کہ کتاب کا چھپوانا مشکل ہو گیا ہے۔ آپ مبارکباد کے مستحق ہیں کہ وہاں بیٹھ کر ناموافق حالات میں بھی ''سرسیّد اور راس مسعود'' کا نام زندہ رکھے ہوئے ہیں۔ اور کچھ نہ کچھ ہمیشہ شایع کرتے رہتے ہیں۔

مضامین سب پڑھ ڈالے۔ سب کام کے ہیں اور آپ نے بہت توجہ سے لکھے ہیں۔ مجھے نہ ''اُردوے مصفیٰ'' ۲ کا کوئی نسخہ حاصل ہو سکا اور نہ آپ کے مرتب کردہ ''مکتوباتِ عبدالحق'' ۳ کا مجموعہ، ایک رات بہت دن ہوئے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے یہاں آخر الذکر کا ایک نسخہ مسلم صدیقی صاحب ۴ نے دکھایا بیشتر حصہ رات کو دیکھ لیا گیا۔ موجود کتاب (تجزیے اور تجربے) میں بھی اس (مکتوباتِ عبدالحق) کی ترتیب و اشاعت کی داستان اور اپنی قومی و عملی زندگی کا یہ رُخ دیکھ کر بہت افسوس ہوا۔ وہاں کے اداروں کو چاہیے تھا کہ آپ سے درخواست کرتے کہ ہمارے لیے کلیات مکاتیب عبدالحق مرتب کر دیں۔ جو مجموعے شایع ہوئے ہیں وہ مولوی صاحب کے سارے خطوط پر حاوی نہیں ہیں۔ اب بھی کچھ مل جاتے ہیں اور تلاش پر مزید خطوط مل جانے کی توقع ہے۔ قاضی عبدالودود صاحب کے نام [مولوی صاحب کے] چند خطوط مجھے ملے ہیں اشاعت کے لیے مشفق خواجہ کو بھیج رہا ہوں کہ وہ ''قومی زبان'' کو دے دیں۔

آپ نے بہت اچھا کیا کہ ''روزگارِ فقیر'' ۵ کے بعض بیانات پر تنقیدی نظر ڈالی بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ نادرہ (سر راس مسعود کی صاحبزادی) کی ولادت کا قطعہ احسن مارہروی مرحوم کا لکھا ہوا ہے، ان کے اخلاف سے جو یہاں ہیں اس امر کی تصدیق نہیں ہو سکی۔ اس لیے کہ مرحوم کے مسودات وغیرہ ان کے پاس نہیں ہیں۔ کراچی میں ان کے ایک صاحبزادے ہیں شاید وہ کچھ بتا سکیں۔ یہ بات کچھ تعجب کی ضرور ہے کہ [امین] زبیری مرحوم نے احسن مارہروی جیسے قادر الکلام شاعر اور داغ کے نامور شاگرد کو ''متشاعر'' کیوں کہا۔ یہ بات تو راس مسعود مرحوم کو بھی پسند نہیں آئی ہوگی۔ [امین] زبیری مرحوم سے میرا ملنا جلنا تھا وہ اس زمانے میں عظمت الٰہی [زبیری صاحب] کے مکان کے ایک حصّے میں مقیم تھے۔ کراچی سے بھی ایک آدھ خط ان کا آیا تھا۔ احسن مرحوم پر میں نے ایک تاثراتی مضمون لکھا ہے شاید ''دائرے'' میں شایع ہو۔ دیکھے گا معمولی سا مضمون ہے لیکن آپ کی نظر سے گذر جائے تو اس کی خامیاں معلوم ہو جائیں۔

ص ۴۷ آپ نے بجا لکھا ہے آغا محمد طاہر، آزاد کے نبیرہ تھے یہ یاد نہیں آتا وہ ۴۹ء میں جب ایم اے کر رہا تھا اور ۵۷ ایس ایس ویسٹ میں مقیم تھا اکثر ملنے تشریف لاتے تھے ان کی بیٹیاں یہاں تعلیم حاصل کر رہی تھیں بڑے خوش گفتار اور مہذب آدمی تھے اور بڑا خوبصورت لب و لہجہ رکھتے تھے۔ ۵۳ء میں جب میں یورپ جا رہا تھا تو دہلی کے ایک ریستوران میں ان سے آخری ملاقات ہوئی تھی، اصل بات لکھنے کی یہ تھی کہ ہمارے استاذ علامہ عبدالعزیز المیمنیؒ ان نبیرۂ آزاد کو ہمیشہ ''بثیرۂ آزاد'' مزاحاً کہتے تھے۔

عبدالستار خیری اوران کی جرمن بیوی سے میں نے کچھ جرمن پڑھی تھی۔ عبدالجبار خیری کو دیکھنا یاد نہیں ان دونوں میں سے کسی ایک کے بیٹے یا عزیز عبدالوہاب خیری، ڈاکٹر ضیاء الدین مرحوم سے بہت قریب تھے اور مسلم لیگ کے بڑے سرگرم کارکن۔ یہ ۷ شبلی روڈ کے ایک بنگلے میں رہتے تھے، یہ بنگلہ اب تک باقی ہے اور یونیورسٹی اسٹاف کے لوگ اس میں رہتے ہیں، برسوں رحم علی الہاشمی اس میں رہا کیے۔ بیگم عبدالستار خیری سے آخری ملاقات ۵۴۔۵۵ء میں لندن میں ہوئی جہاں وہ اپنی بیٹی اور داماد کے ساتھ مقیم تھیں۔ داماد یہاں عمرالدین صاحب شعبۂ فلسفہ کے ساتھ نفسیات میں لیکچرر تھے پھر انھوں نے علی گڑھ بلکہ ہندوستان چھوڑ دیا۔

عبدالوہاب خیری کے ساتھ ایک صاحب منظر عالم ہوا کرتے تھے الیکشن کے زمانے میں آفتاب ہال کا [ڈائننگ ہال] ان کا مسلم لیگ کا آفس تھا اور وہاں سے لاؤڈ اسپیکر پر [مسلم لیگ زندہ باد]، قائداعظم زندہ باد کے ساتھ ساتھ ''منظر عالم زندہ باد'' کے فلک شگاف نعرے لگتے تھے۔ جسے یہاں کے غیر مسلم حضرات اب تک نہیں بھولے، رہی سہی کسر ہمارے قائدین نے ''علی گڑھ ہمارا اسلحہ خانہ ہے'' کہہ کر پوری کردی۔ معلوم نہیں عبدالوہاب اور منظر عالم اب کہاں ہیں کس حال میں ہیں وہاں جاکر خدا کرے خوش حال اور فارغ البال رہے ہوں۔

جلیل صاحب آپ کو خط لکھنے بیٹھا ہوں تو علی گڑھ کی پرانی باتیں یاد آرہی ہیں جو آپ جیسے علی گڑھ کے شیدائی ہی سے کہی جاسکتی ہیں اس لیے میرے خط کی بے ربطیوں کا خیال نہ کیجیے گا۔

ص ۵۰ کھانا لگ گیا، دسترخوان لگ گیا ہی بولتے ہیں، کھانا ختم ہونے کے بعد کہتے ہیں، دسترخوان بڑھاؤ۔ ''کھانا ہوگیا'' میں نے بھی کہیں نہیں سنا، ممکن [ہے] پنجاب میں [کچھ لوگ] بولتے ہوں۔

ص ۵۳ ایسی اینٹوں کو اب بھی یہاں لکھوری اینٹ کہتے ہیں۔ چھوٹی سی، زیادہ پتلی یعنی کم دبیز ہونے پر آپ نے صحیح طور پر زور دیا ہے۔

ص ۵۴ حکیم عبدالقوی، مولانا عبدالماجد کے داماد تو بعد کو بنے یہ ان کے حقیقی بھتیجے بھی تھے۔ مولانا کی چار بیٹیاں ہیں اور یہ چاروں ان کے حقیقی بھتیجوں سے بیاہی گئی ہیں۔ راحت النساء کی شادی حکیم عبدالقوی سے، حمیرا خاتون کی حبیب احمد قدوائی سے، زہرا خاتون کی ڈاکٹر ہاشم قدوائی سے اور زاہدہ خاتون کی عبدالعلیم قدوائی سے ہوئی۔

ہاشم [قدوائی] صاحب میرے دوستوں میں ہیں [لیکن مجھ سے سینیئر] یہاں شعبۂ سیاسیات میں استاد تھے، پھر پارلیمنٹ کے ممبر بنے، اب ان کی رکنیت ختم ہوگئی ہے لیکن خود دہلی میں اور ان کے اعزہ علی گڑھ میں مقیم ہیں۔ حکیم عبدالقوی صاحب سے بھی رشتۂ نیازمندی ہے اب ضعیف ہوگئے ہیں لکھنؤ میں مقیم ہیں، ''صدقِ جدید'' بند ہوگیا ہے۔ عبدالعلیم قدوائی سے ابھی دو تین ماہ ہوئے ملاقات ہوئی جامعہ اُردو کی رجسٹرارشپ کے لیے بطور اُمیدوار آئے تھے، اب سرکاری ملازمت سے آزاد ہوگئے ہیں، حبیب احمد قدوائی سے ملنا یاد نہیں آتا، خود مولانا [عبدالماجد دریابادی] مرحوم سے میرا گہرا تعلق تھا۔

ص۵۸ ڈاکٹر صاحب ۶ نے رشید [احمد صدیقی] صاحب کے سلسلے میں بہت نامناسب بات لکھ دی ہے۔ ان کے حافظے نے دھوکہ دیا ہے رشید صاحب کو آپ مجھ سے کہیں زیادہ بہتر طور پر جانتے ہیں وہ ایسا نہیں کرسکتے تھے۔ ۷

ص۶۳ الحمدللہ کہ علی گڑھ میں شراب نوشی اب بھی عام نہیں ہے۔ کچھ شاعر، فنکار بائیں بازو کے، کہیں شغل کرلیتے ہوں اپنے گھر میں تو یہ دوسری بات ہے۔

نصیر حسین خان خیال ''نواب'' نہ تھے، نواب وہ خود بخود بن گئے تھے، خود لکھنے اور لکھوانے لگے دوسروں نے صحیح سمجھ کر نواب لکھنا شروع کردیا۔ انھیں صدر شعبۂ اُردو بنانے کا فیصلہ تو راس مسعود مرحوم نے کبھی نہیں کیا ہوگا۔ یہ ممکن ہے کہ وہ ان کے پیہم اصرار پر شعبۂ اُردو یا کسی اور ادارے سے منسلک کرنا چاہتے ہوں لیکن اس کی مشکلات کا اندازہ کرکے انھوں نے یہ خیال ترک کردیا ہو، یہ بھی اسی وقت ممکن ہے جب حُسنِ ظن سے کام لیا جائے۔ قاضی صاحب ۸ کی رائے تو شادؔ و خیالؔ کے بارے میں بہت بُری تھی۔

ص۶۷ خیال صاحب نے ''دربار کی انٹریگیں'' خوب لکھا ہے! اس پر یاد آیا عمر الدین صاحب مرحوم، ذاکر صاحب سے اکثر کہتے تھے! آپ نے بہت ''سیکریفائیاں'' کی ہیں۔ اور میمن صاحب ۹ فرماتے تھے، آپ کی جو جو ''ڈیفیکلٹیاں'' ہوں وہ کتاب لے کر گھر آجایئے اور دور کرلیجیے۔

ص۷۱ آپ کو معلوم ہوگا راس مسعود کے استعفا کی وجہ یہ تھی کہ وہ بہار کے ایک اچھے مستعد آدمی فخرالدین کو رجسٹرار بنانا چاہتے تھے، کورٹ کے لوگوں نے اس کی مخالفت کی تو اس مردِ غیور نے استعفا دے دیا، ممکن ہے کچھ اور وجوہ بھی رہے ہوں۔

ص ۴۷ مصرع شاید اس طرح ہے: ''قیاس کن زگلستان من بہار مرا''

ص ۷۹ قاضی جلال الدین مرحوم پر ''سب رس'' میں آپ کا مضمون دیکھنا چاہتا ہوں اگر آسانی سے زیروکس بنوا سکیں تو بھیج دیں۔ ایک دوبار میں نے انھیں رشید صاحب کے کمرے میں ان کے پاس دیکھا تھا۔

ص ۹۷ عرشی صاحب مرحوم کے بارے میں یہ لکھنا زیادہ موزوں ہوگا کہ وہ پشتو زبان سے اچھی طرح ''واقف'' تھے۔ وہ اس کے ''ماہر'' نہ ہوں گے۔

آپ کے خطوط بڑے پُر معلومات اور دلچسپ ہیں، اچھا کیا آپ نے اس کتاب میں کچھ شایع کر دیے۔ لیکن ہونا تو یہ چاہیے کہ کوئی صاحب آپ کے سارے خطوط جو وہ حاصل کر سکیں ایک مجموعے کی شکل میں شایع کر دیں۔

''عبدالحق جوبلی کمیٹی کی کہانی'' پڑھی، بہت سی باتیں معلوم ہوئیں، مجموعی طور پر ان حالات پر افسوس ہوا جن میں آپ نے کام کیا اور اس کے انجام پر اس سے زیادہ افسوس، خاص طور پر جب معاملہ سیّد ہاشمی فرید آبادی کا ہو۔

بھارت کے جن قدیم دوست کا آپ نے ذکر کیا ہے وہ حضرت ثاقب کان پوری اور ان کے 'صاحبزادے'، پروفیسر ابوالخیر کشفی سابق صدر شعبۂ اُردو، کراچی یونیورسٹی معلوم ہوتے ہیں۔ پاکستانی اہلِ قلم (ص ۱۶۴) محمد طفیل مرحوم ہوں گے اور رسالے سے مراد آپ کی ''نقوش'' لاہور ہوگا۔

فوسٹر کی لائف جو دو جلدوں میں شایع ہوئی ہے اس کے ناشر[۱۰] کا نام لکھیے گا، پڑھنا چاہتا ہوں، دہلی میں یہ کتاب مل جائے گی۔

راس مسعود مرحوم کے سلسلے میں آپ نے بانکی پور میں ان کی بیرسٹری اور بہار میں صیغۂ تعلیم میں ان کی ملازمت کا ذکر کیا ہے۔ (ص ۱۶۸) ان کی بیرسٹری کا حال مجھے نہیں معلوم، اگر کی ہوگی تو بہت قلیل مُدّت کے لیے۔ لیکن یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ بیرسٹری کے لیے وہ علی گڑھ، دہلی، لکھنؤ، الٰہ آباد، کلکتہ چھوڑ کر پٹنہ کیوں گئے۔ صیغۂ تعلیم کا معاملہ یہ ہے کہ وہ پٹنہ کالجیٹ میں ہیڈ ماسٹر تھے۔ یہاں اب بھی میٹریکولیشن تک تعلیم ہوتی ہے۔ ہائی اسکول میں نے مسلم اسکول سے کیا لیکن امتحان دینے پٹنہ کالجیٹ آیا تھا جو میرے امتحان کا سنٹر تھا۔

اس شہر کا قدیم نام پاٹلی پتر تھا، شاہ جہاں کے عہد میں پٹنہ کہلاتا تھا (ممکن ہے کچھ پہلے ہی یہ نام پڑ گیا ہو) ملّا سعد پٹنوی مشہور عالم، شاہجہانی عہد کے گزرے ہیں، پٹنہ کا قدیم علاقہ جو گلزار باغ سے شروع ہو کر حاجی گنج جہاں شاد عظیم آبادی رہتے تھے اور نون گورنک جہاں

ان کے شاگرد [سید نظیر حسین] شائق [پانی پتی ثم] عظیم آبادی رہتے تھے ''قدیم شہر کہلاتا تھا۔ فلاں صاحب شہر گئے ہوئے ہیں'' جب ہم سنتے تھے تو سمجھتے تھے کہ وہ گلزار باغ، گذری، لودی کٹرہ، جھاؤ گنج، وغیرہ کہیں گئے ہوئے ہیں۔گلزار باغ سے پٹنہ جنکشن تک میلوں کا علاقہ پٹنہ کہلاتا تھا، درمیان میں محلّہ چوہٹہ مراد پور وغیرہ باقی پور کہلاتا تھا۔ (شادؔ اور شہباز کی تحریروں میں باقی پور ملتا ہے)۔ پھر یہ بانکی پور ہوا، میرے بچپن میں اس علاقے کو بانکی پور کہتے تھے، بعد کو پھر پٹنہ نام ہی سے اس شہر کو شہرت ہوئی، پٹنہ سٹی یعنی قدیم شہر کا ایک خاص علاقہ اب سکھّوں کی توجہ سے ''پٹنہ صاحب'' کہلاتا ہے بلکہ اب پٹنہ سٹی ریلوے اسٹیشن کا نام ''پٹنہ صاحب'' ہوگیا ہے۔

جب آپ مضمون میں مرحوم یا مرحومین کا ذکر کریں تو آسانی سے ممکن ہو تو تاریخ وسالِ وفات درج کر دیا کریں۔

آپ کی زبان سے تو میں نے کراچی میں ''موانع'' سنا تھا کیا تحریر میں آپ ''موانعات'' لکھنا پسند کرتے ہیں؟ص ۱۸۱

آپ نے بہت اچھی خبر سنائی کہ سرسیّد کے ۱۰۰ ار اصل خطوط پاکستان نیشنل میوزیم میں اور ان کے عکس آپ نے جامعۂ کراچی کے کتابخانے کو دے دیے ہیں۔ میں دس پندرہ سال سے ان کے خطوط کا کلیات مرتب کر رہا ہوں ان خطوط کے عکس کی فراہمی کی کوئی شکل آپ نکال سکتے ہیں۔ میوزیم میں تو میں نے سنا ہے بڑے تکلفات ہیں، ناظم صاحب، سررشتۂ خمار رسوم و قیود ہیں، آج کل زیروکس کی مشین ہر جگہ ملتی ہے اور عکس بہت ارزاں بن جاتا ہے۔ یونیورسٹی لائبریری میں بھی مشین ہوگی، اگر ان خطوط کی زیروکس کاپی آپ کے دیے ہوئے عکس سے بن جائے تو کیا کہنا؟ اخراجات فوراً ادا کر دیے جائیں، کراچی میں متعدد احباب موجود ہیں، اس لیے اخراجات کا ادا کرنا میرے لیے کوئی مسئلہ نہیں، زیروکس کا حصول مسئلہ ہے، آپ کی عمر اور مصروفیات اس کی اجازت نہیں دے گی کہ آپ خود زحمت فرمائیں، خدا کرے کوئی مناسب آدمی آپ کو مل جائے۔

آپ کی اکیڈمی کی مطبوعات میں ''خیابانِ مسعود'' اور ''شعلۂ مستعجل'' آپ کی مرحمت کی ہوئی میرے پاس ہے۔ ''اوراقِ گُل'' اور ''سوانح حیات'' اِلاآپ نے یا مشفق خواجہ نے بھیج دی تھی۔ ''تجزیے، [اور تجربے] اب آئی ہے'' ،مجلّہ ''یادگارِ مسعود''، ''مرقع مسعود'' اور'' فوسٹر۔ مسعود خط کتابت'' کے نسخے اگر آپ آسانی سے بھجوا سکیں تو از راہِ کرم بھجوا دیں یا مکرمی

_____ کے حوالے کردیں وہ مجھے بھجوادیں گے۔ ہندوستانی مطبوعات میں کسی کتاب کی ضرورت ہوتو بلا تکلف لکھیے۔ یہاں مسعود حسین خان صاحب اور آل احمد سرور صاحب کی خود نوشت سوانح حیات چھپی ہے۔ پہلی کتاب کی اشاعت وفروخت پر قانونی پابندیاں لگ گئی ہیں۔ دوسری کتاب معین الدین عقیل لیکچرر شعبۂ اُردو کراچی یونیورسٹی (ٹیلیفون، گھر _____) [کذا] کے پاس ہے اسے منگوا کر دیکھ لیجیے اور اگر آپ اپنے کتابخانے میں رکھنا چاہتے ہوں تو مجھے لکھیے، میں بھیج دوں گا۔ بات سے بات نکلتی گئی اور خط طویل تر ہوتا گیا جس کے لیے معذرت چاہتا ہوں۔ اُمید ہے آپ بخیر ہوں گے، آپ رشید صاحب اور دوسرے مشاہیر کے خطوط کا مجموعہ چھاپنے والے تھے اس کا کیا ہوا؟ والسّلام

نیازمند
مختارالدین احمد

(۲)

Mukhtar-ud-Din Ahmad — Phone: 4517
Pro-Vice-Chancellor — Nazima Manzil
Jamia-e-Urdu — 4/286, Amir Nishan Road
Aligarh. — Dodpur, Aligarh-202002

Dated یکم مئی ۹۱ء

جناب قدوائی صاحب محترم۔ السّلام علیکم!

آج ایک فائل میں وہ خط ملا جو میں نے مارچ کے اواسط میں آپ کو لکھا تھا۔ میں یہ سمجھ رہا تھا کہ یہ خط آپ کو بھیج چکا ہوں اور جواب کے انتظار میں تھا۔ بہرحال اب یہ خط آج اسلوب احمد انصاری کے ذریعے بھیج رہا ہوں جو دس پندرہ دنوں کے بعد واپس آرہے ہیں۔

اس خط کے ساتھ ''نامورانِ علی گڑھ'' کا ایک حصّہ بھیج رہا ہوں جو آج ہی میرے پاس آیا ہے، یہ ابھی شایع نہیں ہوا ہے کہ وائس چانسلر صاحب (پروفیسر نسیم فاروقی) نے ابھی اس کی ''رونمائی'' نہیں کی ہے۔ اس کی تقریب ہفتے عشرے میں ہونے والی ہے۔ اُمید ہے آپ بخیر ہوں گے۔

والسّلام
مختارالدین احمد

ڈاکٹر مختار الدین احمد

علی گڑھ

۱/۷/۹۱ء

محترمی جناب جلیل قدوائی صاحب۔ السلام علیکم

نامورانِ علی گڑھ کا آخری حصہ اور میرا عریضہ خواجہ صاحب مکرم نے آپ کو بھجوادیا ہوگا۔ اسلوب صاحب کے ذریعے فوسٹر۔ راس مسعود کے مراسلات کا انگریزی مجموعہ [۱] اور ہرمزی بیگم کا سفرنامہ [۲] ملا۔ خطوط آپ نے بہت محنت سے ایڈٹ کیے ہیں اور تعلیقات میں ایسے مفید معلومات جمع کیے ہیں جن کے جاننے والے اور لکھنے والے اب ہم میں گنتی کے رہ گئے ہیں۔ اُمید ہے یہ سلسلہ آپ جاری رکھیں گے۔

ہرمزی بیگم نے اپنے تجربات بہت اچھی طرح پیش کیے ہیں اور اس طرح کہ وہاں کا تقریباً ہر زائر اسے اپنی آپ بیتی کہے گا۔ پچھلے سال میں بھی اپنی بیگم صاحبہ کے ساتھ وہاں حاضر ہوا تھا اور حج و زیارت کے شرف سے مشرف ہوا تھا لیکن چوں کہ ہم لوگ سفیر ہندوستان کے خاص مہمان تھے اس لیے سفارت خانے اور کونسل خانے کے اصحاب جدّہ سے لے گئے اور ڈیڑھ ماہ کی مہمان نوازی کے بعد ۱۵/جولائی کو وہیں پہنچا گئے۔ ہر جگہ بہت آرام و عافیت کا انتظام تھا، مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ میں ہمارے کمرے کے سامنے سفیرِ ہند کا کمرہ تھا اس لیے مقامی حضرات بھی فرائض کی ادائی میں بہت چستی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ لیکن میں نے لاکھوں حجاج کی جو حالتِ زار دیکھی اور سنی اس سے بہت رنج ہوا۔ ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور انڈونیشیا وغیرہ کے مسلمانوں نے جس طرح گرم موسم، وہاں کے سخت حالات اور بدترین قسم کے انتشار و بدنظمی کو من جانب اللہ سمجھ کر جس ہمّت و استقلال اور اسلامی جذبے کا ثبوت دیا اس سے بہت متاثر ہوا۔ جون کی تپتی ہوئی دوپہر میں حرم پاک کے باہر پتھریلی زمینوں اور کولتار سے لپی ہوئی گرم سڑکوں پر کارڈ بورڈ کے ٹکڑوں، معمولی سی سوتی جانمازوں، گُھوں، تولیوں پر ظہر اور جمعہ کی نماز پڑھتے دیکھ کر میں ان لوگوں کے ایقان اور جذبۂ اسلامی سے بہت متاثر ہوا۔

یقین مانیے بعضوں کے پاس بچھانے کے لیے کوئی چیز نہیں تھی، ننگی تپتی ہوئی جھلسی ہوئی زمین پر نماز پڑھتے رہے اور شاید اسی خشوع وخضوع سے جس طرح لوگ حرم کے اندر قالینوں پر ائرکنڈیشنڈ فضا میں برقی پنکھوں کے نیچے نماز پڑھ رہے تھے۔ مجھے یہ دیکھ کر یقین ہوگیا کہ ایسی قوم پریشان ہوسکتی ہے، مضطرب رہ سکتی ہے، اپنے اعمال اور اپنی کوتاہیوں کی وجہ سے نقصان اٹھا سکتی ہے لیکن ایسی قوم کبھی فنا نہیں ہوسکتی۔

ہاں، وہاں کے حالات بہت کچھ اصلاح چاہتے ہیں لیکن یہ ''امیروں'' اور ''امیرزادوں'' کے بس کا روگ نہیں۔ عام معلمین کی تو خدا ہی مغفرت فرمائے، سفارت خانوں کے لوگ بھی بری الذمہ قرار نہیں دیے جاسکتے ان میں سے بیشتر اپنے فرائض ادا نہیں کرتے اور بعض تو اپنے فرائض سرے سے جانتے ہی نہیں، دعا کیجیے کہ اللہ تعالیٰ ان کے قصور کو بھی معاف کردے۔ بیگم صاحبہ سے کہیے انھیں تو ہر تکلیف کا جو اس راہ میں انھوں نے اُٹھائی کئی گنا اجر مل گیا، ان لوگوں کو بھی صدقِ دل سے معاف کردیں جو اپنے فرائض کی ادائی میں کوتاہ رہے۔

آپ اپنے نام کا ایک مجموعۂ خطوط شایع کرنے والے تھے، جس میں رشید صاحب کے بھی خطوط تھے، اس کا کیا ہوا۔

جولائی کا شمارہ ''دائرے'' کا دیکھا ہوگا ایک تحریر مولانا احسن مارہروی پر چھپی ہے۔ بنظر اصلاح دیکھیے گا۔ اس میں ''انجمن حدیقۃ الشعراء'' کی جگہ ''انجمن اُردوے معلّٰی'' لکھ گیا ہوں۔ خیال تھا کہ مشفق خواجہ کو لکھوں گا لیکن اس کا موقع نہ ملا۔ پچھلے خط میں بعض ضروری امور لکھے تھے توجہ فرمایئے گا۔

اُمید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔

والسّلام

مختارالدین احمد

جناب جلیل قدوائی صاحب

کراچی

(۴)

باسمہ

Prof. M. D. Ahmad
Head

Nazima Manzil
4/286 Amir Nishan Rd
Dodpure
Department of Arabic
Aligarh Muslim University 202002

Dated: ۱۹۹۱/۱۰/۲۵ء ۱

محترمی جناب جلیل قدوائی صاحب السّلام علیکم!

آپ کا گرامی نامہ مل گیا تھا جس میں آپ نے اطلاع دی تھی کہ آنکھوں کے آپریشن کے بعد آپ میرے خط کا مفصل جواب دیں گے۔ یقین ہے آپ کا آپریشن کامیاب رہا ہوگا اور آپ ہسپتال سے شفایاب ہوکر گھر واپس آ گئے ہوں گے۔ کچھ دن تو آپ آنکھوں کو آرام دیں گے پھر حسبِ معمول ان شاءاللہ نوشت وخواند کا سلسلہ شروع کریں گے۔ آپ کے خط کا منتظر رہوں گا۔

کسی پچھلے ایک خط میں آپ نے اسی ذخیرۂ کاغذات ۲ کا ذکر کیا تھا جسے آپ نے اب جامعۂ کراچی کے کتاب خانے میں محفوظ کرادیا ہے، میں نے لکھا تھا کہ سرسیّد اور اکبرالہٰ آبادی کے خطوط کے عکس کا انتظام کردیجیے۔ کراچی میں کسی اور کی بہ نسبت آپ یہ کام، اگر زحمت فرماسکیں، تو نسبتاً زیادہ آسانی سے انجام دے سکیں گے۔ اس عمر میں آپ کو زحمت دیتے ہوئے اچھا نہیں معلوم ہوتا لیکن اس کے بغیر کوئی چارۂ کار بھی نظر نہیں آتا۔

کل یونیورسٹی لائبریری میں ایک ضرورت سے ''اُردوے معلّٰی'' کے پچھلے شمارے دیکھ رہا تھا۔ ۱۹۲۵ء کے مئی جون کے شمارے میں [آپ کی] پانچ شعروں کی غزل حسرت نے شایع کی تھی جس کا مطلع یہ ہے:

جز دوست اور کوئی مرا رازداں نہ ہو
کیا لطف آئے دل بھی اگر درمیاں نہ ہو

اگر آپ کے پاس یہ غزل محفوظ نہ ہو تو فرمایئے میں نقل کرکے بھیج دوں۔

ایک شمارے سے یہ بھی معلوم ہوا کہ آپ کو احسن مارہروی مرحوم سے شرف تلمذ حاصل تھا ۳ شاید آپ کی سوانح حیات میں بھی اس کا ذکر ہے۔ میں نے مرحوم پر ایک مضمون لکھا ہے جو کئی مہینے ہوئے رسالہ ''دائرے'' (کراچی) میں شایع ہوا ہے۔ کہیں سے مل سکے تو بہ نظر اصلاح ملاحظہ فرمایئے۔ تاثراتی مضمون ہے، کوئی اہمیت نہیں رکھتا پھر بھی چاہتا ہوں کہ آپ کی نظر سے گزر جائے۔

آپ کو سن کر خوشی ہوگی کہ احسن مارہروی کی کتاب ''نمونۂ منثورات'' یعنی ''تاریخ نثر اُردو کا دوسرا حصّہ میں نے دریافت کرلیا ہے۔ پہلا حصّہ ۱۹۳۰ء میں چھپا تھا۔ دوسرے حصّے کی اشاعت کا موقع انھیں نہ مل سکا۔ یہ مسوّدے کی شکل میں ہے جو مبیّضے کی شکل اختیار نہ کرسکا پھر بھی قابلِ اشاعت ہے۔ میں نے ڈاکٹر جمیل جالبی صاحب کو اس کی اطلاع دے دی ہے۔

آپ کا علی گڑھ بخیر ہے، ہم لوگ بخیر ہیں، [آل احمد] سرور صاحب اور [معین احسن] جذبی صاحب نے سرسیّد نگر میں اپنی کوٹھیاں تعمیر کرالی ہیں اور یہیں متمکن ہیں۔ خورشید الاسلام تو آپ کے زمانے میں شاید نہیں ہوں گے، وہ بھی قریب ہی رہتے ہیں۔ سیّد بشیر الدین مرحوم لائبریرین کی کوٹھی آپ کو یاد ہوگی، وہیں پر اس سڑک پر جو دود پور کے چوراہے سے امیر نشان اور پھر ویمنس کالج جاتی ہے میں نے اپنا مکان تعمیر کرالیا ہے۔

اب تو یونیورسٹی اور سول لائنس کا نقشہ اس قدر بدل گیا ہے کہ آپ آئیں گے تو بالکل نہیں پہچانیں گے کہ یہ آپ کا وہی علی گڑھ اور آپ کی وہی یونیورسٹی ہے جہاں آپ اقامت پذیر تھے۔ موریسن روڈ پر جو مکانات تھے جن میں رشید صاحب، احسن مارہروی مرحوم وغیرہ رہا کرتے تھے بعینہٖ اسی طرح ہیں، موریسن کورٹ بھی تقریباً اُسی طرح ہے جس طرح آپ دیکھ گئے تھے۔

ابھی یہ خط آپ کو لکھ رہا تھا کہ بمبئی میں عصمت چغتائی کی وفات کی خبر ریڈیو سے نشر ہوئی۔ ۷۷ سال کی عمر ہوئی۔ میں نے سب سے پہلے ان کا مضمون ''دوزخی'' پڑھا تھا جو انھوں نے عظیم بیگ چغتائی پر لکھا تھا، یاد ہے رشید صاحب مرحوم نے ناپسند کیا تھا۔ کہتے تھے کیسی بہن ہے جو اپنے بھائی کو دوزخی لکھتی ہے، بعد کو ان کے افسانے پڑھ کر ان کی رائے ضرور بدلی ہوگی۔ بہرحال اللہ دونوں بھائی بہن کی مغفرت فرمائے اور ان کی کوتاہیوں سے درگذر کرے۔ یہ آپ کی معاصر تھیں علی گڑھ میں یا آپ ان سے سینئر تھے؟

اُمید ہے آپ بخیر وعافیت ہوں گے۔ والسّلام

۵/c کوزی ہومز سر شاہ سلیمان روڈ	نیازمند
گلشن اقبال، کراچی، ۷۵۳۰۰	مختارالدین احمد

[مکرّر]

دونوں کتابیں ''خاکسترِ پروانہ'' اور ''چند اکابر'' ملیں۔ شکریہ۔ اب ''شعراء و شعریات'' اور آپ کے تفصیلی خط کا انتظار ہے۔

(۵)

باسمہٖ

سارے جہاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے
جامعۂ اُردو، علی گڑھ ۱۹۳۹

فون: ۳۰۶۸ مختارالدین احمد
نائب شیخ الجامعہ ایم۔اے، پی ایچ ڈی (علیگ)
جامعۂ اُردو ڈی، فل (آکسن)
علی گڑھ، ۹۲/۳/۳ء

محترمی جناب جلیل قدوائی صاحب۔ السّلام علیکم

۳؍دسمبر ۹۱ء کا کرم نامہ آج ٹھیک تین ماہ کے بعد مکرمی جناب شجاع احمد زیبا کی معرفت پہنچا۔ وہ دہلی سے امروہہ چلے گئے تھے اور تین چار دن ہوئے علی گڑھ تشریف لائے اور کل صبح یہاں سے روانہ ہو رہے ہیں۔ خط اور کتب مرسلہ کی رسید میں چند سطریں لکھ کر بھیج رہا ہوں۔

مکتوب گرامی کی تاریخ تحریر پر نظر پڑی اور آگے علی گڑھ پہنچنے میں جو وقفہ تین ماہ کا لگا، اس پر مجھے بچپن کے ایک کرم فرما سلطان احمد سہسرامی اور ان کے بھائی شاہ سبحان احمد یاد آ گئے۔ اخبار ''اتحاد'' اس کے مالک شفیع داؤدی صاحب یونائیٹڈ پارٹی بہار کے صدر تھے اور یہ اسی پارٹی کا آرگن تھا۔ سہ روزہ اخبار تھا اس کے ایڈیٹر سلطان احمد صاحب تھے۔ بڑی خوبیوں کے آدمی، میری ابتدائی غزلیں اور مراسلے ان ہی کے اخبار میں چھپے تھے ان کے بھائی شاہ سبحان احمد نے سہسرام سے مکۂ معظمہ اور مدینہ منورہ کا سفر پیدل ہی نہیں کیا، بلکہ ہر پانچ قدم پر دو رکعت نفل پڑھتے ہوئے حرمین شریفین پہنچے تھے۔ حجاز تو خیر بہت دور ہے لیکن وہ اگر کراچی سے علی گڑھ اس اہتمام سے بھی آتے تو اپنے ساتھ آپ کا خط شاید اس مدّت سے کم میں لے آتے۔ بہر حال آپ کا خط پڑھ کر بہت خوشی ہوئی دو بجے کے بعد زیبا صاحب سے مل کر آیا ایک بار تو اسی وقت پڑھ لیا اب رات کو اطمینان سے پڑھوں گا اس لیے کہ آپ کے خطوط ایسے نہیں ہوتے کہ ایک بار پڑھ کر انھیں رکھ دیا جائے۔

'خواب باقی ہیں' ۱ کا ایک نسخہ ابھی مکتبۂ جامعہ علی گڑھ سے منگوالیا، آپ کی خدمت میں بھیج رہا ہوں۔ ''دیوان بیدار'' جسے آپ نے مرتب کیا تھا اور ہندوستانی اکیڈیمی نے [۱۹۳۷ء میں] شایع کیا تھا اسے کوئی ساٹھ سال ہونے کو آئے وہ کتاب اب کہاں ملے گی، اب تو اکیڈیمی کا بھی وجود باقی نہیں رہا۔ میرے پاس اس کا ایک نسخہ ہے لیکن مجھے بہت عزیز ہے ایک تو ''بیدار'' کا کلام، پھر آپ کا مرتب کردہ، اور یہ تحفہ ہے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مرحوم کا، لیکن آپ مجھے اس کتاب سے زیادہ عزیز ہیں اس لیے اسے بھی نذر کر رہا ہوں۔ ڈاکٹر صاحب مرحوم کے قلم سے مقدمے پر دو تین اصلاحیں بھی ہیں انھیں دیکھ لیجیے گا۔

مشفق خواجہ صاحب اپنی ساری مطبوعات مجھے بھیجتے رہے ہیں، ''مکتوبات عبدالحق'' کسی وجہ سے نہ آسکی، انھیں لکھوں گا۔ ''اُردوے مصفّٰی'' ۲ بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ آپ نے ''مکاتیبِ عبدالحق'' (شایع کردہ اُردو اکیڈیمی، سندھ) کی اشاعت کی خوشخبری سنائی ہے، کسی کو کراچی خط لکھ کر منگواؤں گا۔ آپ کی تین کتابیں سرسیّد [علیہ الرحمہ مع ضمیمہ سیّد محمود] ۳، چشمۂ آفتاب ۴ اور راس مسعود مرحوم کا کیا ہوا، انگریزی نظموں کا ترجمہ ۵ ملا۔ یاد فرمائی کے لیے بہت ممنون ہوا۔ آخری کتاب کی پشت پر آپ کی تصویر بہت اچھی ہے، پسند آئی۔ آپ کے دو مضامین قاضی جلال الدین ۶ اور ڈاکٹر ہادی حسن ۷ پر ملے۔ قاضی صاحب والا مضمون کبیر جائسی کو بھیج دوں گا اشاعت کے لیے۔ آپ کا مضمون حلیم صاحب پر چھپا تھا وہ میں نے آپ کو بھیج دیا تھا وہ بھی خواجہ صاحب کے ذریعے آپ کو ملا ہوگا۔ ایک معمولی سا مضمون تہذیب الاخلاق ہی میں ڈاکٹر ذکی الدین مرحوم پر لکھا تھا اس کا ایک شمارہ بھی آپ کو انھی کے ذریعے بھجوایا ہے، وہ اب ملا ہوگا، چاہتا ہوں کہ علی گڑھ کی شخصیات پر طویل نہیں چھوٹے چھوٹے مضامین لکھتا رہوں اور لوگوں سے لکھواتا رہوں ورنہ آئندہ نسل علی گڑھ کی انھیں بالکل بھلا دے گی۔ ایسے کچھ مضمون بھیجتے رہیے، طویل مضمون ''فکر و نظر'' میں مختصر مضمون ''تہذیب الاخلاق'' میں شایع کرادوں گا۔

لیکن آپ کی تحریر اگر صاف نہیں ہوئی تو کاتبوں سے بے حد غلطیاں سرزد ہوں گی۔ ہادی حسن والے مضمون کا مسودہ دیکھ کر یہ لوگ کانوں پر ہاتھ رکھیں گے۔ کیا کیا جائے سب آرام طلب ہو گئے ہیں ایڈیٹر ہوں یا کاتب یا پروف پڑھنے والے۔ اپنے نام کے خطوط ضرور مرتب

کر کے چھپوایئے، حواشی بھی چاہیں تو مختصر کر دیجیے لیکن رکھیے ضرور کہ وہ بہت قیمتی ہوتے ہیں ایک بات شاید پہلے خط میں میں نے نہیں لکھی ہو لیکن آپ سے پوچھنی چاہتا تھا کیا فورسٹر ہوموسیکسول تھے؟ ۰۰۰[کذا!] مرحوم سے ان کی بے پناہ محبت اور گہرے جذباتی لگاؤ سے کچھ شبہ ہوتا ہے عام طور پر برطانوی نژاد کسی ایشیائی سے اس طرح ٹوٹ کر نہیں ملتا! اگر یہ بات نہیں تو پھر دونوں کی عظمت کا اور زیادہ قائل ہونا پڑتا ہے۔

مجھے تو یقین نہیں آتا کہ میں نے بیدار دہلوی کو لکھنوی لکھا ہو ایسا تو میرے حاشیۂ خیال میں بھی نہیں آ سکتا کاتب صاحب کی کرم فرمائی ہوگی، یا میرا سہو قلم ہو۔

میرے خط میں جو بات زیادہ اہم تھی وہ سرسیّد اور اکبر کے خطوط کے عکس کے بارے میں تھی جس کا میں تین ماہ سے منتظر ہوں آپ نے اپنی مصروفیات کے باعث شاید وہ توجہ نہیں دی اس کی طرف جس کی وہ میری عرضداشت مستحق تھی۔ میرا تو آنا معلوم نہیں کب ہو اور ہو بھی یا نہیں، پھر مجھے وہاں کے معاملات کا تجربہ ہے۔ اکبر کے خطوط عشرت کے نام کراچی میوزیم میں ہیں۔

خواجہ صاحب، جالبی صاحب نے بہت کوشش کی جب میں وہاں گیا تو یہ احباب مجھے کئی جگہ لیے لیے پھرے، حاصل کچھ نہ ہوا۔ آخر تین سال کے بعد ان خطوط کا عکس ایک کم عمر لیکچرر کے ذریعے مجھے حاصل ہوا، جواب وہاں نہیں ہیں۔ براہِ کرم ان کے حصول کی کوئی کوشش کیجیے، احسان صاحب [ڈاکٹر احسان رشید] سے کہنا مفید نہ ہوگا وہ آج تک میرے اصرار پر رشید صاحب کا ایک خط بھی مجھے نہ دے سکے۔ خواجہ صاحب تو ہر معاملے میں مدد فرماتے ہیں۔ لیکن ان کا یونیورسٹی سے کوئی تعلق نہیں۔ ڈکٹر ریاض الاسلام ۸ میرے کرم فرما ہیں۔ انھیں کہہ کر دیکھیے آپ چوں کہ معطی ہیں اس لیے آپ کی کوشش کا زیادہ اثر وائس چانسلر اور رجسٹرار یا لائبریرین پر ہوگا۔ جالبی صاحب وائس چانسلر ہوتے تو میں یہ کام شاید ان سے آسانی سے کرا لیتا۔ مجھے تو خطرہ ہے کہ اگر ان کو اغذ کی بروقت حفاظت نہیں کی گی تو وہ کہیں ضائع نہ ہو جائیں۔ آپ کو چند سطریں لکھنی چاہتا تھا یہ تو پورا خط ہو گیا۔ اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسّلام

نیازمند

مختارالدین احمد

باسمہ

کل ہند سیمینار
قاضی عبدُ الوُدود۔حیات و خدمات
۲۴۔۲۵ر ستمبر ۱۹۸۹ء
زیرِ اہتمام: بہار اُردو اکادمی، پٹنہ
یکم اپریل ۱۹۹۲ء

محترمی و معظمی جناب جلیل قدوائی صاحب۔السلام علیکم

شجاع احمد زیبا صاحب کی معرفت گرامی نامہ مورخہ ۳ر دسمبر ۹۱ء مرسلہ کتابیں ملیں بہت ممنون ہوا۔اسی دن ایک خط آپ کو تحریر کیا اور اسی شام بازار سے [آلِ احمد] سرور صاحب کی سوانح حیات [۱] منگوالی۔دیوانِ بیدار دہلوی کا اپنا نسخہ عطیہ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مرحوم کتب خانے سے نکالی اور دوسری صبح یہ سب چیزیں [شجاع احمد] زیبا صاحب کو بھجوادیں۔وہ امروہہ اور دہلی قیام کرتے ہوئے کراچی پہنچیں گے اور اگر وہ وہاں پہنچ گئے ہیں تو یقین ہے یہ چیزیں آپ کو اب تک مل گئی ہوں گی۔آپ کا طویل خط پڑھ کر بہت مسرت ہوئی۔کئی بار پڑھا۔بڑا پُر معلومات خط ہے آپ کا قلم بہت تیز چلا ہے اور غالباً آپ نے بال پین استعمال کیا ہے اس لیے کہیں کہیں پڑھنے میں زحمت ہوتی ہے لیکن یہ کیا کم ہے کہ اس عمر میں اتنے طویل خط آپ لکھ لیتے ہیں۔

حلیم صاحب پر آپ کا مضمون ''ناموران علی گڑھ'' میں شایع کرنا چاہتا تھا لیکن اس وقت حاصل نہ ہوسکا۔بعد کو ملا تو میں نے ''تہذیب الاخلاق'' میں شایع کرادیا جس کی ایک کاپی آپ کو بھیجی تھی۔اب آپ کے دو مضامین نعمت غیر مترقبہ کے طور پر مل گئے اس عنایت کے لیے ہم لوگ آپ کے ممنون ہیں۔قاضی جلال الدین پر آپ کا مضمون کتابت کے لیے دے دیا گیا ہے شایع ہوتے ہی بھیجوں گا معمولی وقفے کے بعد ڈاکٹر ہادی حسن والا مضمون شایع ہوگا۔علی گڑھ کے لوگوں پر کبھی کبھی کچھ لکھ دیا کریں اب ان کے جاننے والے بھی کتنے رہ گئے ہیں، جو ہیں وہ کچھ لکھتے نہیں۔سر سیّد کے بہت سے خط جمع ہیں آپ اکبرالہٰ آبادی کے نام ان کے خطوط کی فراہمی کی ضرور کوشش کیجیے۔پچھلے خط میں بھی اس کے بارے میں لکھ چکا ہوں۔پروفیسر ریاض الاسلام صاحب [۲] سے کام ہوسکے تو انھی کو متوجہ کیجیے یا جن سے یہ کام ہوسکے یہ کام

ضرور کرادیجیے۔ سرسیّد کے ہم سبھوں پر احسانات ہیں ان کے خطوط گوشۂ گمنامی میں پڑے رہیں یہ تو بڑی احسان فراموشی ہوگی۔

''جامعہ'' اور ''علی گڑھ میگزین'' میں آپ کی کہانیاں تلاش کروں گا اور ان کے عکس بنوا کر بھیج دوں گا۔ ''ناموران علی گڑھ'' کے حصول کے بارے میں تردد نہ کیجیے۔ یہ یونیورسٹی کے پبلی کیشنز ڈویژن میں مل جائے گی۔ آپ کے پاس پہلی جلد ہے اور یہ آخری جو میں نے کئی ماہ پہلے بھیجی تھی اب آپ کو درمیان کی جلدیں چاہئیں۔ ان شاء اللہ وہ بھی مل جائیں گی۔ سوال کسی معتمد آدمی کے مل جانے کا ہے جو لے جانے پر آمادہ ہو اور بحفاظت تمام آپ تک پہنچادے۔

آپ کا خیال صحیح ہے ''ناموران علی گڑھ'' میں مجنوں صاحب کا شمول مناسب نہیں۔ طالب علمی کا حال آپ نے لکھ دیا ان کی یہاں ملازمت کا معاملہ یہ ہے کہ سرور صاحب انھیں ''تاریخ ادب اُردو'' کے پروجیکٹ میں لائے تھے یہ انتخاب کسی طرح مناسب نہ تھا چناں چہ تاریخ کا جو حال ہوا وہ آپ کو معلوم ہے کہ پہلی جلد کے بعد یہ کام روک دینا پڑا [۳]۔ سرور صاحب بھی غالباً ان سے خوش نہیں رہے۔ ''ابھی خواب باقی ہیں'' [کذا] [۴] میں انھوں نے کیا لکھا ہے دیکھ لیجیے گا۔ اس وقت میرے پاس وہ کتاب نہیں ہے لیکن یقین ہے ان کے تقرر کے سلسلے میں ضرور انھوں نے کچھ لکھا ہوگا۔ وہ صحیح معنوں میں نہ علی گڑھ کے تعلیم یافتہ تھے نہ یہاں کے استاد۔

اپنے نام کے خطوط ضرور مرتب کر لیجیے جو حواشی آپ ان پر لکھ سکتے ہیں دوسرے نہیں لکھ سکتے۔ خواجہ صاحب اپنی اور مکتبۂ اسلوب کی ساری مطبوعات بھجواتے رہے ہیں یہ اتفاق ہے کہ ''مکتوبات عبدالحق'' مجھے نہیں ملی میں انھیں لکھ رہا ہوں۔ اُردو ے مصفیٰ یا مکاتیب عبدالحق (اُردو اکادمی سندھ) کے لیے ایک دوست کو آج ہی لکھا ہے آپ زحمت نہ فرمائیں۔ ''چشمۂ آفتاب'' اور دوسری تصانیف جو آپ نہ بھیج سکے ہوں ضرور مرحمت فرمایئے بلکہ اہم مضامین مطبوعہ کی زیروکس کاپی بھی کہ میں چاہتا ہوں آپ کی ساری تحریرات میرے پاس ہوں اور میں ان سے مستفید ہوں۔

آپ نے غضب کیا کہ علی گڑھ اسٹیشن پر ناموں کی تختیاں ہندی میں دیکھ کر اس قدر بدحظ ہوئے کہ علی گڑھ دیکھے بغیر چلے گئے۔ آپ اُتر جاتے اور یونیورسٹی دیکھتے تو بدلے ہوئے حالات میں بھی اسے دیکھ کر آپ خوش ہوتے۔ یہاں سڑکوں پر، دفاتر، شعبوں اور کالجوں میں تمام تختیاں حیدرآباد کے سیّد۔۔۔ [کذا۔ شاید نام یاد نہ رہا ہو اس لیے جگہ چھوڑ دی ہے] سابق وائس

چانسلر نے انگریزی میں لگوادی ہیں۔ یہ سب ہندی میں لکھوائی جائیں یا اُردو میں انھوں نے اس جھگڑے سے بچنے کے لیے سب انگریزی میں لکھوادیں۔ انگریزی عہد میں بھی تو بہت کچھ انگریزی میں تھیں۔ رہا علی گڑھ اسٹیشن پر ہندی تحریریں تو بھائی یہ تو ہونا ہی تھا آخر ۸۰۰ سال کے بعد لوگوں کو اپنی زبان اور تہذیب کے احیاء کا موقع ملا ہے تو کیوں نہ کریں آپ نے دو اسلامی ملک (یا کم از کم مسلمانوں کے ملک) بنوا لیے تو ان کے پاس پوری دنیا میں ایک ہی ملک ہے وہاں وہ اپنی مرضی کے کام کیوں نہ کریں جس طرح ایرانی ایران میں، سعودی سعودی عربیہ میں اور ایک حد تک پاکستانی پاکستان میں کر رہے ہیں یا کرنا چاہتے ہیں۔ آپ کہیں گے اکثریت کو اقلیت کے جذبات و احساسات کا لحاظ رکھنا چاہیے بجا ہے لیکن اس کے لیے قلب کی وسعت اور دُور بین نگاہیں چاہئیں جن کا بدقسمتی سے یہیں ہی نہیں پوری دنیا میں فقدان ہے۔ بہرحال اگر آپ کے یہاں سارے علاقوں میں اُردو کا بول بالا ہو تو ہمیں کچھ سکون اور اطمینان ہو کہ یہاں نہیں تو وہاں اُردو کو فروغ حاصل ہو رہا ہے۔ آپ نے شاید پرویز شاہدی کا یہ شعر سنا ہو:

ہم کو تخریب سے تعمیر کا ملتا ہے سبق
برق گرتی ہے تو روشن مرا گھر ہوتا ہے

عید سعید کی تہنیت قبول فرمایئے گھر میں ۸۔۱۰ سال کے بچوں نے بھی ذوق وشوق سے روزے رکھے ہیں۔ والسّلام

نیازمند
مختارالدین احمد

(۷)

باسمہ

علی گڑھ
۱۵۔۹/جولائی ۱۹۹۲ء

برادر گرامی، السّلام علیکم

کرم نامہ مؤرخہ ۱۹/جون ۲۹/کو ملا۔ بہت دنوں کے بعد آپ کی تحریر دیکھنے کو ملی جس سے آنکھوں کا نور اور دل کا سرور بڑھا۔ ان الفاظ کو انشاپردازی نہ سمجھیے۔ یہ صحیح صورتِ حال کی عکاسی ہے مکرمت نامہ آپ نے مفصل لکھا اس سے مزید خوشی ہوئی۔

''دیوانِ بیدار'' اور ''ابھی خواب باقی ہیں'' [کذا] دونوں کتابیں مل گئیں اس اطلاع سے اطمینان ہوا۔ آپ کے نسخۂ دیوانِ بیدار کی گمشدگی سے بہت افسوس ہوا۔ اس پر نسخہ رام پور کے اختلافات واضافات اور وہ بھی بقلم امتیاز علی عرشی نے اس نسخے کی قیمت واہمیت بہت بڑھا دی ہوگی۔ یہ نہ کھل سکا کہ آپ نے اس نسخے کو طباعت کے لیے امتیاز علی تاج مرحوم کو بھیج دیا تھا یا آپ سے کوئی صاحب لے گئے اور انھوں نے واپس نہیں کیا، یا اس کے ساتھ کوئی اور سانحہ گزرا۔ اگر اسے لاہور آپ نے بھیجا تھا تو احمد ندیم قاسمی صاحب سے پوچھیے ممکن ہے ان کی کوششوں سے یہ لعل گمشدہ کہیں سے برآمد ہوجائے۔ یہ بھی سوچیے کہ آپ نے کسی دوست ریسرچ اسکالر کو مطالعے کے لیے تو نہیں دی تھی۔!

''گوشۂ راس مسعود'' [ڈرمحمود حسین خان لائبریری، جامعہ کراچی] سے سرسیّد اور اکبرالٰہ آبادی کے خطوط کے عکس کے حصول کی جو آپ اس پیرانہ سالی میں کوشش کر رہے ہیں اس کے لیے ممنون ہوں خدا کرے پروفیسر ابواللیث صدیقی جلد شفایاب ہوکر توجہ فرماسکیں۔ لیکن بہتر ہوتا اگر ان کی مدد کے لیے کسی مستعد نوجوان کو بھی تیار کرتے۔ کوئی موزوں شخص نہ ملے تو ڈاکٹر سیّد معین الدین عقیل صاحب کو ٹیلی فون کرکے اپنے ہاں بلا لیجیے اور ان سے بات کیجیے وہ میرے کرم فرماؤں میں سے ہیں اور چوں کہ شعبۂ اُردو کے اساتذہ میں ہیں اور تقریباً روزانہ وہ یونیورسٹی جاتے ہوں گے اس لیے وہ یہ کام آسانی سے کرسکتے ہیں آپ پر جو مقالۂ تحقیق شایع ہوا ہے کتابی شکل میں ۲ اس کا انتظار رہے گا آپ کی جو کتابیں مجھے ملی ہیں ان کی فہرست بھیج رہا ہوں ''مکتوبات عبدالحق'' کا وہ پرانا نسخہ بھی بھیج دیجیے۔ آپ نے اس کے نئے ایڈیشن کے بارے میں لکھا تھا کہ نکل گیا ہے کسی اور نام سے۔ معین الدین عقیل صاحب کا خط آیا ہے کہ ابھی تک بازار میں نہیں آیا ہے خیر وہ آتا رہے گا، آپ پہلا ایڈیشن بھیج دیجیے۔۳

پروفیسر حلیم پر آپ کا مضمون کسی رسالے میں مل گیا تھا وہاں سے ''تہذیب الاخلاق'' میں چھپوا دیا گیا تھا۔ اور ہادی حسن پر مضامین کی زیروکس کاپی آپ نے بھیج دی تھی جائسی صاحب کہتے تھے وہ شمارہ آپ کو بھیج دیا گیا ہے جس میں قاضی جلال الدین پر مضمون چھپا ہے ہادی حسن والا مضمون کاتب پڑھ نہیں سکتا۔ اب اسے میں ایک ریسرچ اسکالر سے نقل کرا کے اور خود مقابلہ کرکے ''تہذیب الاخلاق'' کو دوں گا۔ کیا کوئی شکل ایسی ہوسکتی ہے کہ ''انشائے بے بدل'' کی ساری قسطوں کے زیروکس آپ بھجوادیں۔ رشید صاحب کے خطوط والی قسط کا عکس مشفق خواجہ صاحب نے مجھے بھیج دیا تھا۔ یہ بھی تحریر فرمایئے کہ اس قسط کی اشاعت کے بعد رشید صاحب کا کوئی

خط، رقعہ تو آپ کو نہیں ملا؟ اس بات سے بھی مطلع فرمایئے کہ رشید صاحب کے غیر مطبوعہ خطوط کراچی یا دوسرے شہروں میں کس کس کے پاس ہوں گے؟ اقبال رشید صاحب اور دوسرے اعزہ کے نام تو خطوط شایع ہو گئے۔ پر احسان رشید صاحب کے نام خطوط یا تو ضائع ہو گئے یا کسی وجہ سے وہ دینا نہیں چاہتے میں نے عُمان میں ان سے کہا تھا، خاموش مسکراتے رہے (وہ اس وقت اُردن میں پاکستان کے سفیر تھے اور ملحوظ رکھیے کہ یہ ساری گفتگو سفارت خانے بلکہ سفیر کبیر کے چیمبر میں ہو رہی تھی۔ اس لیے ان کی خاموشی اور ان کی مسکراہٹ۔ جو سفارت خانے کے آداب میں داخل ہے۔ بہت موزوں اور برمحل تھی)۔ خلاصہ یہ کہ نہ انھوں نے وہ خطوط بھیجنے کا وعدہ کیا، نہ انکار کیا۔ میں نے اسے بہرحال انکار ہی سمجھا۔ اس لیے پھر ان سے کچھ نہ کہا نہ کبھی اُنھیں لکھا۔ بہرحال پان سات سو خط جمع کر لیے ہیں ان کی نقل تیار ہو چکی ہیں آج کل اصل کا نقل سے مقابلہ کر رہا ہوں اور مختصر حواشی لکھ رہا ہوں۔ پھر یہ مطبع کو بھیج دیے جائیں گے۔ رشید صاحب کے جو خطوط اخبار، رسالے یا کسی جگہ شایع ہوئے ہیں (لیکن اب تک کے کسی مطبوعہ مجموعۂ خطوط میں نہیں آئے ہیں) انھیں بھی اپنے زیرِ ترتیب مجموعے میں لے رہا ہوں۔ اس لیے اس امر کا بھی خیال رکھیے گا۔ سیّد ہاشمی فرید آبادی مرحوم کا ایک دو خط میرے پاس بھی ہوگا۔ خوشی ہوئی کہ آپ ان کے خطوط کا مجموعہ چھاپ رہے ہیں ''جامعہ'' اور ''علی گڑھ میگزین'' میں کس زمانے میں آپ کی کہانیاں چھپی ہیں؟ اس امر کی تحدید کر دیجیے گا تو تلاش میں آسانی ہو۔ ''نامورانِ علی گڑھ'' کے کون سے شمارے آپ کے پاس نہیں ہیں؟

آپ کی حسبِ ذیل کتابیں میرے کتب خانے میں موجود ہیں۔ خیابانِ مسعود، شعلۂ مستعجل، فوسٹر مسعود لیٹرز، سرسیّد مع سیّد محمود [سرسیّد علیہ الرحمہ مع ضمیمہ سیّد محمود]، شعراء و شعریات، تجزیے اور تجربے، چند اکابر چند معاصر، خاکستر پروانہ، چشمۂ آفتاب، قطراتِ شبنم، اُردو اشعار کا انگریزی ترجمہ از راس مسعود اور بیگم قدوائی کی کتاب کیفیات [حج بیت اللہ] سوانح حیات [حیاتِ مستعار] کی پہلی جلد بھی ملی تھی لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ کسی صاحب نے ''قبول فرمالی''۔ راس مسعود اکیڈیمی کی کتابوں میں (چھپی ہوئی فہرست کے مطابق) ۱، ۲، ۳، ۴، ۵، ۶، ۷ میرے پاس نہیں ہیں اور کچھ آپ کی پچھلی کتابیں۔ لیکن ہندوستان میں چھپی ہوئی کتابوں کے نسخے اب آپ کے پاس ہوں گے کہاں!

علی گڑھ میں ۳۵ء میں بدایوں کے ایک صاحب ضرار احمد کاظمی تھے۔ جن کی مصوری میں دلچسپی تھی اور وہ پکچر گیلری مسلم یونیورسٹی میں کیوریٹر تھے۔ اقبال کے دو خطوط ان کے نام ہیں جو

شیخ عطاء اللہ صاحب کے اقبال نامہ جلد اوّل میں موجود ہیں، مورخہ ۲۵ جون، ۳۵ء اور ۱۸/اپریل ۱۹۳۸ء۔ وہ اقبال کے شکوہ جواب شکوہ کو مصور کرنے کی ان سے اجازت چاہتے تھے۔ اقبال نے خوبصورتی سے اس ارادے سے باز رکھا ہے اور انھیں مشورہ دیا ہے کہ آپ حالی کے اشعار مصور کیجیے۔ ان کے مختصر حالات مطلوب ہیں۔ یہاں تو انھیں اب کوئی نہیں جانتا سرور صاحب سے پوچھا تھا وہ بھی واقف نہیں ہیں اور بدایوں میں کسی ایسے آدمی کا نام نہیں بتا سکتے جو اس زمانے کا ہو اور ان سے واقف ہو۔ آپ کا زمانہ علی گڑھ میں قیام کا کم وبیش وہی ہے جس زمانے میں انھیں اقبال نے یہ خطوط لکھے ہیں۔ یعنی ۳۵ء یہ آرٹ گیلری سید معین الدین مرحوم نے شاید آپ ہی کے زمانے میں بنائی ہوگی ممکن ہے ان کے انتقال کے بعد بدایونی صاحب اس کے کیپر مقرر ہوئے ہوں۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کسی وجہ سے وہ زیادہ دن یہاں نہیں ٹھہرے اور علی گڑھ چھوڑ کر کہاں گئے یہ معلوم نہ ہوسکا۔ ۴۷ء سے پہلے پاکستان کیا گئے ہوں گے۔ ممکن ہے وہاں آپ کے علی گڑھ کے معاصرین میں کوئی انھیں جانتا ہو۔ مجھے تو آپ ہی سے توقع ہے اگر آپ انھیں نہیں جانتے تو پھر انھیں جاننے والا شاید کوئی ہمیں نہ ملے۔ پان سات سطروں کا نوٹ کافی ہے۔ مصوری میں بھی انھوں نے بظاہر کوئی ترقی نہیں کی، ورنہ ان کی تصویریں رسالوں میں شایع ہوتیں اور بہت سے لوگ ان سے واقف ہوتے۔

غالب [کذا۔ سہو قلم ہے۔ اقبال ہونا چاہیے۔ ش الف] کے ایک اور مکتوب الیہ فضل کریم ہیں یہ ۱۹۳۷ء میں مسلم یونیورسٹی کی فلاسفیکل ایسوسی ایشن کے سیکریٹری تھے۔ ان کے بارے میں بھی معلومات درکار ہیں۔

ابھی ''اقبال نامہ'' دیکھا حصہ اوّل صفحہ ۳۰۴، ص ۳۰۵۔ پہلا خط اقبال کا ۱۹۳۵ء کا ہے دوسرا ۱۸/اپریل ۳۸ء کا اس کا مطلب ہے کہ کم از کم ۳۸ء تک کاظمی صاحب علی گڑھ میں ضرور تھے۔ شیخ محمد عطاء اللہ کے نوٹ سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ''اقبال نامہ'' کی ترتیب کے وقت اس ''نوجوان مصور'' سے یا تو ان کی ملاقات ہوئی ہے یا خط کتابت۔ غالباً کاظمی ہی نے مرتب کو اقبال کے یہ دو خط دیے اور حالی کی صد سالہ یادگار کی تقریب میں پانی پت میں اقبال سے ملنے کا ذکر کیا۔ ۳۸ء میں وہ بدایوں میں اقبال ڈے منا رہے تھے۔ اقبال کے دوسرے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ یوسف علی نے بھی ان کے آرٹ کا نمونہ بابت شکوہ و جواب شکوہ دیکھا تھا۔

بھائی ایک کام کر دیجیے اور ذرا جلد۔ عظمت الٰہی زبیری مرحوم آپ کے زمانے میں رجسٹرار تھے۔ اقبال نے شعبۂ اُردو میں رشید صاحب اور آپ کے تقررات کے سلسلے میں ان سے خط

کتابت [کی] تھی اس طرح یہ بھی ان کے مکتوب الہیوں میں ہو گئے۔ کلیات مکاتیب اقبال کی تیسری جلد کے حواشی کی کتابت ہو رہی ہے۔ مرتب ڈاکٹر مظفر حسین برنی کو زبیری صاحب مرحوم پر نوٹ چاہیے۔ آپ براہِ کرم ان پر مختصر سا ہی سوانحی نوٹ لکھ کر بھیج دیں۔

اس نوٹ کی مجھے بھی ضرورت ہوگی کہ میرے بھی ان کے تعلقات تھے اور ان کا ذکر میری زیرِ ترتیب کتاب ''تذکرۂ مردمِ دیدہ'' میں آئے گا متقاعد ہونے کے بعد وہ کراچی چلے گئے تھے اور وہیں ان کی وفات ہوئی۔ سالِ وفات مجھے معلوم نہیں لیکن میرا خیال ہے کہ ان کی وفات پر سیّد الطاف علی بریلوی مرحوم نے اپنے رسالے میں ضرور کچھ لکھا ہوگا۔ ان کے جاننے والوں میں زبیری خاندان کے کچھ لوگ کراچی میں ضرور ہوں گے، اگر وہ ٹیلیفون پر ہوں تو ان سے معلومات حاصل ہو سکتے ہیں۔ الحاج محمد زبیر مرحوم (لٹن لائبریری) اب ہم میں نہیں رہے ورنہ وہ بہت کچھ ان کے بارے میں بتا سکتے تھے۔ بہر حال وہ نہ سہی کوئی اور زبیری سہی۔

ایک بار انھی کو ٹیلیفون کرنے کے لیے میں نے کراچی کی ٹیلی فون ڈائریکٹری دیکھی جس میں دس پندرہ زبیریوں کے نام درج تھے۔ دو تین کو ٹیلیفون کیا لیکن ان میں کوئی محمد زبیر زبیری نہ نکلا۔ پھر حکیم مسعود احمد برکاتی (ہمدرد) کے ساتھ ناظم آباد میں ان کے گھر گیا اور ان سے مل کر آیا۔ احسان رشید صاحب ان سے اچھی طرح واقف ہوں گے۔ وہ رشید صاحب کے دوستوں میں تھے انھیں ٹیلیفون کیجیے۔

آپ سے ملنے کو دل بہت چاہتا ہے۔ میرا تو اس سال آنا شاید نہ ہو سکے۔ اگلے سال بشرطِ حیات و صحت شرق اُردن گیا تو کراچی ہوتا ہوا ان شاء اللہ واپس ہوں گا۔ اس طرح آپ کی خدمت میں حاضری بھی ہو جائے گی اور آپ سے استفادے کے مواقع بھی ملیں گے۔

راس مسعود۔ فوسٹر کے ''تعلقات'' کے بارے میں آپ کی تحریر کے ''بین السطور'' سے اندازہ مجھے ہو گیا تھا اسی لیے میں نے آپ کو لکھا تھا اس سے زیادہ وضاحت سے آپ کے لیے لکھنا موزوں بھی نہ تھا اور مشرقی آداب کے بھی خلاف تھا۔

بیگم صاحبہ کی خدمت میں میرا آداب کہیے، [بڑا] مؤثر سفر نامہ ۵ انھوں نے لکھا ہے۔ اس کے مطالعے سے حرمین شریفین کی زیارت کا شوق و ولولہ پیدا ہوتا ہے جو اس سفر نامے کی کامیابی کی دلیل ہے۔

اُمید ہے آپ مع متعلقین بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسّلام

نیاز مند

مختار الدین احمد

Telephone: Office: 5541

WOMENS COLLEGE ۔ل

Aligarh Muslim University

Aligarh-202002

۹۲/۱۱/۱۹ء

برادر گرامی قدر، السّلام علیکم

شجاع احمد زیبا صاحب سے آپ کی مرسلہ ساری کتابیں ملیں آپ کی ''اوراقِ گل''، بیگم صاحبہ کی 'ایک تھی مینا' اور'' کچھ آپ بیتیاں'' ۲؎ اور مخمور اکبرآبادی کی 'مشرق تاباں' ۳؎ ممنون ہوا لیکن ممنونیت اس وقت بہت بڑھ گئی جب اس پیکٹ میں ''مکاتیب عبدالحق'' کا نسخہ دیکھا جسے دیکھنے کو آنکھیں ترس رہی تھیں۔

''اوراقِ گل'' میں پہلے تو مشفق خواجہ صاحب کے لکھے ہوئے مقدّمے پر نظر پڑی بہت اچھا مقدمہ لکھا ہے کہ صرف اس کو پڑھ کر پوری کتاب کا نقشہ سامنے آجاتا ہے وہ واقعی آپ سے بہت محبت کرتے ہیں۔ راس مسعود مرحوم پر سارے مضامین مفید اور معلومات افزا ہیں آپ نے مادری زبان میں تدریس والا انٹرویو خوب ڈھونڈ نکالا۔ انگریزی اور اُردو میں اسے دیکھ چکا تھا اچھا ہوا آپ نے اس مجموعے میں بھی شریکِ اشاعت کرلیا۔ بیگم ہرمزی کی'' کچھ آپ بیتیاں'' [کچھ جگ بیتیاں] کے مضامین پہلی مرتبہ نظر سے گزرے اور پسند آئی۔ ''ایک تھی مینا''، گھر کے چھوٹے بچوں یعنی کیپٹن طارق مختار، اقبال احمد ملک، یاسمین مختار اور فریدہ مختار کے بچوں بچیوں نے شوق سے پڑھی اور اب بھی انھی کے پاس ہے۔ مخمور اکبرآبادی کی نظم بھی دیکھی اور آپ کا لکھا ہوا حرفِ آغاز بھی جو ۶۷ء کا لکھا ہوا ہے اس کے بعد مخمور کہاں رہے کیا کرتے رہے موقع ہو تو لکھیے گا۔ ''حیاتِ مستعار'' ج ا بھی ملی اور ایک طالب علم ۴؎ کا ایم اے کا مقالہ بھی۔

چند دنوں کے بعد آپ کا گرامی نامہ مورخہ ۲۴ راکتوبر مجھے ۳ رنومبر کو ملا آپ کا تفصیلی خط پڑھ کر بہت خوشی ہوئی 'ناموران علی گڑھ' کے بقیہ دونوں حصّے [شجاع احمد] زیبا صاحب کی معرفت بھیجوں گا جو آج کل امروہہ میں مقیم ہیں اور مشاعرے لوٹ رہے ہیں لیکن ان کا علی گڑھ دوبارہ آنا مشروط ہے خورشید الاسلام صاحب کی لندن سے واپسی پر۔ اب تک تو ان کے آنے کی اطلاع

نہیں ملی ہے۔ لیکن دسمبر جنوری کی ٹھنڈک میں وہ انگلستان میں کیا کریں گے۔ عظمت الٰہی زبیری سیّد محمود اور علی گڑھ کے دوسرے احباب کے بارے [سید مظفر حسین میں] برنی صاحب کو لکھا تھا کہ وہ آپ کو زحمت دیں اچھا ہوا آپ نے مطلوبہ معلومات انھیں بھیج دیں وہ نوٹس کے شکل میں ان معلومات کو استعمال کریں گے۔ کاظمی صاحب آرٹسٹ کا اب تک کچھ پتا نہ چلا۔

کیا عرشی صاحب سے آپ کی خط کتابت تھی اور آپ نے ان کے کچھ خطوط ''قومی زبان'' میں شایع کرائے ہیں؟ اگر ایسا ہے تو براہِ کرم خطوط کے عکس نہ سہی مطبوعہ مضمون کی زیروکس کاپی ضرور مرحمت فرمایئے اور اگر اصل خطوط کے عکس بھی مل جائیں تو سبحان اللہ۔ رشید صاحب کے خطوط کے مجموعے کی ترتیب تقریباً مکمل ہے اس میں کوئی ۵۰۰ خطوط ہیں جواب تک کسی مجموعے میں شایع نہیں ہوئے ہیں۔ ڈاکٹر احسان رشید اور ان کی بیگم مرحومہ کے نام کے خطوط کے عکس اگر آپ کی کوشش وسعی سے مل جائیں تو میں کس قدر مسرور ہوں گا اس کا شاید آپ کو اندازہ نہ ہو۔ کراچی کے مقیمین کے پاس بھی کچھ ان کے خط مل جائیں تو ضرور توجہ فرمایئے۔ عرشی صاحب مرحوم کے خطوط بھی ۹۳ء میں ان شاء اللہ اشاعت پذیر ہوں گے۔

مکاتبات سرسیّد و اکبرالہٰ آبادی کے عکسِ کا ضرور خیال رکھیے۔ ڈاکٹر ابواللیث صاحب اس عمر میں بھی بہت مستعد ہیں اور وہ لوگوں سے کام لینے کا فن بھی جانتے ہیں یوں بھی وہ اتنے سینیئر ہیں کہ یونیورسٹی اور لائبریری کا ہر شخص ان کا احترام کرتا ہوگا۔ انھیں ضرور متوجہ رکھیے۔

آپ نے لکھا ہے کہ اس کام کے لیے خواجہ صاحب کے ذریعے معین الدین عقیل صاحب کو زحمت دوں۔ وہ میرے بھی مخلص دوستوں میں ہیں لیکن ان کے ساتھ اتنے علمی و ادبی جھمیلے ہیں کہ شاید ہی یہ کام کرسکیں۔ آپ خواجہ صاحب سے ٹیلیفون پر بات کرکے دیکھیں وہ ان سے اچھی طرح واقف ہیں اس لیے کسی تکلف کے بغیر بتادیں گے کہ وہ یہ کام ان سے لے سکتے ہیں یا نہیں۔ ضرورت پڑی تو میں بھی عقیل صاحب کو لکھنے کو تیار ہوں۔ ''اُردوے مصفّیٰ'' کا خیال رکھیے۔ شاید کہیں سے دستیاب ہوجائے۔ خواجہ صاحب بھی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔ ''انشائے ہاشمی'' کا انتظار رہے گا۔ جی ہاں انجمن ترقی اُردو میں آپ کے استقبالیے کی اطلاع ''قومی زبان'' سے معلوم کرکے خوشی ہوئی تھی کہ جوانوں کے دلوں میں اپنے اکابر کی عزت و احترام کا جذبہ ہے اور وہ اس کا کبھی کبھی اظہار بھی کرتے رہتے ہیں۔

جس خودنوشت [''خواب باقی ہیں'' از آل احمد سرور] کا مطالعہ آپ نے ابھی ختم کیا ہے اس کتاب پر اور آپ کی کتاب [حیاتِ مستعار] پر احسان صاحب کے تاثرات تو پڑھنے کے قابل ہوں گے خط کی زیروکس کاپی آپ بھیج دیں تو ممنون ہوں گا۔ وہ اس عہد کے سارے مسائل سے اچھی طرح واقف ہیں اور بیشتر واقعات وحوادث کے چشم دید گواہ ہیں اس لیے ان کی رائیں بہت قیمتی ہوں گی لیکن اگر آپ نے اجازت لینے کا تکلف کیا تو ممکن ہے وہ پسند نہ کریں۔ میں یہ خط اشاعت کے لیے نہیں صرف اپنے معلومات میں اضافے کے لیے طلب کر رہا ہوں اور جس پر آپ نے تمام نشانات لگائے ہیں اس پر آپ نے اگر کچھ نہیں لکھا تو یہ علمی وادبی نقصان ہوگا۔

ان معلومات کے حامل اب کتنے لوگ رہے ہیں؟ میری کوئی دلچسپی اس کتاب کی تنقید میں نہیں ہے لیکن اس امر میں ہے کہ واقعات کی تصحیح ہو جائے ورنہ موجودہ اور آئندہ نسلیں صحیح صورتِ حال سے واقف نہیں ہوسکیں گی اور نہ بعد کو علی گڑھ کی تاریخ مرتب ہو سکے گی۔

آپ کے پاس جو بھی معلومات ہیں وہ صفحۂ قرطاس پر اُتر کر محفوظ ہو جائیں میں یہ صرف یہ چاہتا ہوں حال یہ ہے کہ بعض ماضی قریب کے اصحاب و واقعات کے بارے میں اب ہم یہاں کچھ جاننا چاہتے ہیں لیکن معلومات نہیں ملتے۔ عظمت الٰہی زبیری اور یامین زبیری کو میں جانتا ہوں کتنی مرتبہ میں نے انھیں دیکھا ہوگا لیکن اب محض نوٹ لکھنا چاہتا ہوں ایک دوست کی کتاب کے لیے لیکن نہیں لکھ سکتا۔ آپ کی تنقید بھی اس کتاب پر ہوگی تو مثبت ہوگی یعنی آپ صرف یہ نہیں لکھیں گے کہ یہ بات غلط ہے بلکہ یہ بھی لکھیں گے کہ صحیح کیا ہے، آپ براہِ کرم اس معروضے پر غور فرمائیے اور خواجہ صاحب سے مدد لے کر کسی معقول شخص کا انتخاب کر کے اپنے ہاں بلائیے۔ آپ بولتے جائیں وہ لکھتے جائیں۔ پہلا ڈرافٹ تیار ہو جائے تو پھر آپ اسے ایک نظر دیکھ لیجیے۔

آپ نے خوب کیا کہ ''انشائے بے بدل''[۵] کے مطبوعہ اجزا اور دوسری تحریرات خواجہ صاحب کے حوالے کر دیں وہ بہت مصروف رہتے ہیں اور بہت سے کام پھیلا رکھے ہیں انھوں نے، لیکن علم وادب کے قدردان ہیں اور آپ سے بہت محبت کرتے ہیں اس لیے مجھے یقین ہے کہ دیر سویر وہ آپ کی تحریرات کو شایع کرنے کی پوری کوشش کریں گے۔[۶]

مشاہیرِ علی گڑھ [''نامورانِ علی گڑھ''] کے بقیہ دونوں حصّے [شجاع احمد] زیبا صاحب کی معرفت بھیج دوں گا مطمئن رہیں یہ ابھی یونیورسٹی کی پبلیکیشنز ڈویژن میں موجود ہیں۔ (یہ ڈویژن آپ کے زمانے کی یونین بک ڈپو کی ترقی یافتہ شکل ہے جہاں یونیورسٹی کی جمیع مطبوعات فروخت ہوتی ہیں)۔ ''تہذیب الاخلاق'' کا وہ شمارہ دوبارہ آپ کو بھجوا رہا ہوں جس میں قاضی جلال الدین پر

آپ کا مضمون چھپا ہے میں نے [کبیر احمد] جائسی صاحب کو تاکید کی ہے کہ وہ پابندی سے یہ رسالہ آپ کو بھیجتے رہیں۔ ہاں وہ ''کھڑا کھانا'' ہے تو بہت مزے دار تھا جس نے ملاحظہ کیا لطف اُٹھایا۔

یہ دو صفحے جو دوسروں کے چار صفحوں کے برابر ہوں گے میں نے لکھ تو دیے لیکن اب خیال ہوتا ہے کہ میں نے بہت باریک نب والا قلم اُٹھالیا تھا۔ آپ کو پڑھنے میں زحمت نہ ہو، اگر ایسا ہے تو عذر خواہ ہوں۔ بیگم صاحبہ کی خدمت میں آداب کہہ دیجیے ان کی صحت اور آپ کی نشاط خاطر کے لیے دعا گو ہوں۔ والسّلام

نیازمند

مختارالدین احمد

(۹)

باسمہ

JOURNAL
OF THE
INDIAN ACADEMY OF ARABIC

PROF.MUKHTAR-UD-DIN AHMAD
SECRETARY GENERAL
&
CHIEF EDITOR

Telephone: 4517
Nazima Manzil
4/286, Amir Nishan Road
Civil lines, Aligarh-202001
(India)

۲؍فروری ۹۳ء

برادر گرامی۔ السّلام علیکم

مکرمت نامہ مؤرخہ ۱۲؍جنوری مجھے ۲۸؍کو ملا۔ سخت انتظار کی حالت میں۔ خیر و عافیت جان کر خوشی ہوئی۔ اگر آنکھوں میں ایسی تکلیف ہے کہ عمل جراحی کے بغیر چارہ نہیں تو اس میں مزید تاخیر نہ کیجیے۔ یہ کام اب بہت سہل ہو گیا ہے سرور صاحب نے یکے بعد دیگرے دونوں آنکھوں کے آپریشن کرائے ہیں اور وہ لکھتے پڑھتے رہتے ہیں انھیں اب کوئی تکلیف نہیں۔

جی ہاں شجاع احمد زیبا سے پھر ملاقات نہ ہو سکی۔ حالات غیر معتدل تھے اس لیے وہ امروہے سے براہِ راست دہلی چلے گئے وہ آتے تو ان کے ذریعے ناموران کی ایک جلد تو ضرور بھیج دیتا دوسری جلد کے نسخے اب یونیورسٹی پبلی کیشنز ڈیپارٹمنٹ میں موجود نہیں۔ کوشش میں

ہوں کہ کہیں اور مل جائے۔ آپ کے جشن کی روداد ''قومی زبان'' میں پڑھی تھی اور آپ کی تقریر بھی جو بہت مناسب تھی خوشی ہوئی کہ انجمن کے اراکین اُردو کے پرانے خادموں کو یاد رکھتے ہیں اور ان کی عزت افزائی کی کوشش کرتے ہیں۔ جس طالب علم ۲ نے آپ پر کتاب لکھی ہے وہ نظر سے نہیں گذری اگر چہ اس کا ذکر کہیں پڑھا تھا۔ ''انشائے ہاشمی'' بھی ابھی تک میرے پاس نہیں آئی ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کو یاد دہانی کے طور پر کبھی کبھی ٹیلیفون کر دیا کیجیے۔ یونیورسٹی کے فرائض کی ادائی کے علاوہ اپنے ادبی کاموں میں بہت مصروف رہتے ہیں وہ بڑی محبت کرنے والے آدمی ہیں اور آپ جیسے بزرگوں کے احکام کی تعمیل میں بیحد خوشی محسوس کریں گے۔ مجھے یقین ہے وہ بہت جلد سرسیّد اور اکبر کے خطوط کے عکس آپ کو فراہم کر دیں گے۔ میں نے بھی اُنھیں لکھا ہے کہ توجہ فرمائیں۔

قاضی جلال الدین والا مضمون ''تہذیب الاخلاق'' میں عرصہ ہوا چھپ گیا تھا اس کا ایک نسخہ میں نے آپ کو بھیجا تھا لیکن آپ کے لکھنے پر کہ وہ آپ کو نہیں ملا میں نے جائسی صاحب کو متوجہ کیا تھا اور ان کا خط آیا تھا کہ تہذیب کا وہ شمارہ انھوں نے آپ کو بھیج دیا ہے ہادی حسن صاحب پر آپ کا مضمون تو انھیں بہت پسند آیا لیکن کہتے تھے کہ قاضی صاحب والے مضمون کی کتابت میں کاتب رو رو گیا ہے۔ اب یہ دوسرا مضمون اس سے بالکل پڑھا نہیں جاتا۔ ایک طالب علم کو میں نے اس کی نقل پر لگایا تھا لیکن وہ بھی ہمت ہار بیٹھے۔ انجمن یا کہیں اور [سے] اس مضمون کو ٹائپ کرا کے بھیج دیں (یا کسی سے اپنی نگرانی میں اس کی نقل تیار کرا کے بھیج دیں) تو ایڈیٹر صاحب بہت ممنون ہوں گے۔ ''چند اور کابر چند اور معاصر'' بہت اچھا نام ہے ضرور شایع کیجیے۔ برنی صاحب کو لکھوں گا، وہ ایران گئے ہوئے تھے، میرے پاس بھی ان کا خط مہینوں بعد آیا ہے ان کا پتا بدل گیا ہے اس کا بھی امکان ہے کہ آپ کے مرسلہ معلومات انھیں ملے ہی نہ ہوں ان کا نیا پتا یہ ہے F-3/17, Vasaint Vihar نئی دہلی 110057۔

ڈاکٹر احسان رشید صاحب کا خط دیکھا ان کی رائے اس بارے میں سند کا درجہ رکھتی ہے اس لیے بھی کہ وہ جس قدر مصنف ۳ سے واقف ہیں یہاں یا وہاں شاید ہی کوئی شخص واقف ہو۔ احسان صاحب نے مصنف کو بہت قریب سے دیکھا ہے اور ہر حال میں اور ہر رنگ میں دیکھا ہے اس لیے وہی اس کتاب پر اور اس کے مصنف پر صحیح رائے دینے کے اہل ہیں۔ ان کے خط کے دونوں حصّے مجھے بہت پسند آئے۔ بڑی خوبصورت نثر انھوں نے لکھی ہے ایسی کہ بعض جامعات کے شعبۂ اُردو کے اساتذہ بلکہ صدور بھی ایسی نثر لکھنے پر قدرت نہیں رکھتے۔ ایک پیراگراف میں

انھوں نے آپ کی کتاب کے بارے میں جو کچھ لکھ دیا ہے، بعض پیشہ ور نقاد میرا خیال ہے پورے ایک مضمون میں ان خیالات کو اس خوبصورتی اور جامعیت سے ادا نہیں کر سکتے۔

ان سے ایک شکایت ہے کہ میرے زیر ترتیب مجموعہ ''مکاتیب رشید احمد صدیقی'' کے لیے میری استدعا پر بھی انھوں نے ایک خط آج تک مجھے نہیں بھیجا۔ میں نے پان سو سے زائد خطوط جمع کر لیے ہیں جو اب تک کسی مجموعۂ مکاتیب میں شایع نہیں ہوئے۔ موقع ہو تو انھیں متوجہ کیجیے۔ [آل احمد] سرور صاحب کے پاس رشید صاحب کے کوئی ڈیڑھ سو خطوط ہیں میرے طلب کرنے پر انھوں نے کہا کہ وہ خود چھاپنا چاہتے ہیں میں نے کہا یہ تو بڑی خوشی کی بات ہے خطوط چھپنے چاہیں کوئی چھاپے اور آپ زیادہ اچھی طرح شایع کر سکتے ہیں اس لیے کہ آپ سطور ہی نہیں بین السطور سے بھی اچھی طرح واقف ہیں۔ میں نے کہا ہے کہ خطوط پر ضروری حواشی ضرور ہوں۔ یہ معلوم ہوا ہے مسودہ کاتب کے پاس جانے کو بالکل تیار ہے۔ میرے خیال میں جتنے خطوط رشید صاحب کے اب تک چھپے ہیں ان میں یہ شاید سب سے اہم ثابت ہوں۔ ان سے رشید و سرور صاحب کے تعلقات پر بھی بہت اچھی روشنی پڑتی ہے۔

''گلِ منزل'' اور دوسرے مضامین کے عکس میں نے سنا ہے مہر الٰہی صاحب نے لطیف الزماں خاں صاحب (ملتان) کو اشاعت کے لیے فراہم کیے ہیں۔ ان سے احسان صاحب کے تعلقات ہیں وہ طلب کرنے پر ضرور بھیج دیں گے اگر یہ ممکن نہ ہو تو میں عکس بنوا کر بھیج دوں گا۔ بشرط یہ کہ علی گڑھ منتھلی یا علی گڑھ میگزین کے وہ شمارے مجھے مل جائیں۔ خطوط لکھتے رہیے آپ کے خط پڑھ کر بڑی مسرت ہوتی ہے۔ اُمید ہے آپ بخیر ہوں گے۔ والسّلام

مختار الدین احمد

جناب جلیل قدوائی صاحب

C/5 Cosy Homes سر شاہ محمد سلیمان روڈ

گلشنِ اقبال، کراچی ۷۵۳۰۰

[پس نوشت]

مالک رام نے اپنی مرتب کردہ کتاب ''نذر مختار'' آپ کو بھیجی یا نہیں آپ کے کسی خط میں اس کا ذکر نہیں آیا۔ احتیاطاً اپنا ذاتی نسخہ ڈاکٹر معین الدین عقیل صاحب کے ذریعے بھجوا رہا ہوں۔ یہ نسخہ نائب صدر جمہوریہ ڈاکٹر شنکر دیال شرما نے غالباً ۸۸/۹/۲۴ء کو دہلی میں ایک اجتماع میں پیش کیا تھا۔

Phones External:27162,
Internal: 234
Department of Arabic
Aligarh Muslim University
Aligarh-202002
Dated: ۹۴/۲/۹ء

مخدوم ومکرم جناب جلیل احمد قدوائی صاحب، السّلام علیکم!

آپ کی بیگم صاحبہ کی وفات کی اطلاع ابھی حال میں ملی۔ بے حد صدمہ ہوا اس لیے بھی کہ اب اس عمر میں اور نسبتاً تنہائی میں جب رفیقۂ حیات کی رفاقت کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے وہ داغِ مفارقت دے گئیں اللہ کی مصلحت اللہ ہی جانتا ہے خدا مرحومہ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے اور آپ کو اور دوسرے اعزہ کو صبرِ جمیل عطا فرمائے۔

مجھے اس بات کی معذرت کرنی ہے کہ گذشتہ کراچی کے قیام کے زمانے میں صرف ایک بار آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ مجھے احساس ہے کہ مجھے ایک سے زیادہ مرتبہ آپ کے پاس حاضر ہونا چاہیے تھا لیکن اس زمانے میں کچھ ایسی مصروفیت رہی کہ کیا عرض کروں صبح کہیں، دن کہیں رات کہیں۔ پھر کراچی کی مسافتیں ایک شخص شمال میں ''نیپا'' سے دس میل دور رہتا ہے تو دوسرا جنوب میں پچیس میل دور۔ ایک رات جمیل الدین عالی صاحب کے یہاں گیا تھا وہ نئے فلیٹ میں منتقل ہو چکے تھے۔ ایسا معلوم ہوا کراچی نہیں دوسرے شہر میں آ گیا ہوں۔

اب سنا ہے آپ کراچی میں نہیں کسی اور شہر میں مقیم ہیں ۔ آپ جہاں بھی رہیں اللہ آپ کا حافظ و ناصر ہو۔ اپنا نیا پتا لکھیے گا اُمید ہے خط کتابت کا سلسلہ آپ جاری رکھیں گے۔ [آل احمد]

سرور صاحب سے چند دن ہوئے ملاقات ہوئی تھی خیریت سے ہیں اب وہ ۸۰ سال کے ہیں لیکن برابر لکھنے پڑھنے میں مصروف ہیں۔ آج کل اپنے مضامین کے مجموعے مرتب کر رہے ہیں رشید صاحب کے خطوط مرتب کر لیے ہیں۔ اس سال ضرور شایع ہو جائیں گے یہ خاصے کی چیز ہوگی۔

اُمید ہے آپ بخیر و عافیت ہوں گے۔ والسّلام

نیازمند

[نوٹ]

یہ خط آج ہی ملا ہے۔ یہ وہ خط ہے جس کا آپ سے فون پر ذکر ہوا تھا۔ مختار الدین احمد

اُمید ہے میرا خط مل گیا ہوگا۔ مشفق خواجہ ۹۴/۲/۱۷ء

حواشی

۱ سیّد انیس شاہ جیلانی کے نام جلیل قدوائی کے بیاسی (۸۲) خطوط کی نقول راقم الحروف کے پاس موجود ہے۔ محترم شاہ صاحب کی بڑی کرم نوازی ہے جوانھوں نے میری درخواست پر یہ نادر خطوط مع حواشی ایک جلد میں بندھوا کر عنایت کیے۔ جلیل قدوائی کے نام محترم شاہ صاحب کے بھی تقریباً سبھی خطوط میرے پاس محفوظ ہیں۔ آج کل راقم ان خطوط کی اشاعت کی فکر میں ہے۔

۲ یکم مئی ۱۹۹۱ء کے مختصر خط کو جلیل قدوائی نے محض یادداشت تصور کیا ہے۔ اسی لیے یہاں چار کے بجائے تین کا ذکر کیا ہے۔

۳ اقتباس از مکتوب جلیل بنام سیّد انیس شاہ جیلانی، غیر مطبوعہ، محرّرہ ۱۴؍جنوری ۱۹۹۲ء۔

خط نمبر:۱

۱ یہاں خالی جگہ ہے۔ کسی نام کے لکھنے کے لیے جگہ چھوڑی ہوگی لیکن پھر شاید یاد نہ رہا ہوگا، ممکن ہے مشفق خواجہ صاحب کا نام لکھنا چاہتے ہوں۔

۲ ''اُردوے مصفّٰی'' مرتبہ سیّد ابوتمیم فرید آبادی طبع اوّل، لاہور، ۱۹۶۱ء۔

بابائے اُردو کے خطوط کا یہ مجموعہ درحقیقت جلیل قدوائی کا مرتبہ تھا، جسے بابائے اُردو کے نود سالہ جشن کے موقع پر شائع کرنے کے لیے جلیل قدوائی مرتب کر رہے تھے۔ مگر عبدالحق جوبلی کمیٹی کے ارکان سے اختلاف کے باعث جلیل قدوائی نے جو اس کمیٹی کے معتمد اعزازی تھے، استعفیٰ دے دیا تھا۔ کمیٹی کے صدر جناب مولوی سیّد ہاشمی فرید آبادی (۱۸۹۰ء۔۱۹۶۴ء) نے اس نامکمل مجموعے (مشتمل بر ۳۶۷ خطوط) پر اپنے برادر خرد ابوتمیم فرید آبادی کا نام بہ حیثیت مرتّب درج کر کے لاہور سے شایع کر دیا تھا۔ خود سیّد ہاشمی فرید آبادی کے ایک خط سے بھی اس بات کی تصدیق ہوتی ہے جو انھوں نے ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کو تحریر کیا تھا، چناں چہ آپ رقم طراز ہیں کہ: ''۔۔۔خوشی ہوئی کہ کسی طرح 'اُردوے مصفّٰی' کا ایک نسخہ آپ تک پہنچ گیا۔ اس کی ترتیب وتحشیہ کا قریباً سارا کام جلیل احمد قدوائی صاحب نے کیا تھا۔ بعد میں خفا ہو گئے اور کمیٹی والوں نے اسے میرے ذمّے ڈالا۔''

[اقتباس از مکتوب سیّد ہاشمی فرید آبادی بہ نام ڈاکٹر عبدالستار صدیقی مطبوعہ ومشمولہ ''انشائے ہاشمی'' مرتبہ جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود سوسائٹی ۱۹۹۲ء، ص ۶۴]

۳ ''مکتوباتِ عبدالحق'' مرتبہ جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، مکتبۂ اسلوب، ۱۹۶۳ء۔

۶۸۰ صفحات کے اس مجموعے میں بابائے اُردو کے تحریر کردہ ۵۲/اصحاب علم و ہنر کے نام ۵۰۰ سے زائد خطوط ہیں۔ جنھیں بڑی محنت، خلوص اور لگن سے جلیل قدوائی نے مرتب کیا ہے۔ جلیل قدوائی نے لکھا ہے کہ بابائے اُردو کسی طرح اس کام کے حق میں نہ تھے۔ مگر مشفق خواجہ نے انھیں کسی نہ کسی طرح راضی کرلیا۔ اگرچہ مشفق خواجہ نے بابائے اُردو کے خطوط کی جمع آوری کے کام کا آغاز کیا تھا۔ مگر جب عبدالحق جوبلی کمیٹی قائم ہوئی اور جلیل قدوائی کو یہ کام سونپا گیا تو خواجہ مرحوم نے اپنے ذخیرے کا ایک حصہ جلیل قدوائی کو عنایت کردیا۔ ازاں بعد انھوں نے اسے اپنے مکتبۂ اسلوب سے شایع بھی کیا۔

۴ ڈاکٹر عبدالستار صدیقی کے بڑے فرزند جنھوں نے مقالات صدیقی کی پہلی جلد شائع کی۔ دوسری جلد کا مسودہ انھوں نے ایک ناشر کو بھیج دیا تھا لیکن بوجوہ شائع نہ ہوسکا۔ یہ الہ آباد ہی میں رہے اور وہیں وفات پائی۔ ڈاکٹر صاحب کے چھوٹے بیٹے زہیر صدیقی تھے یہ ترک وطن کرکے کراچی چلے گئے تھے وہیں سڑک کے ایک حادثے میں وفات پائی۔

۵ ''روزگار فقیر'' از وحیدالدین فقیر، جلد اوّل، کراچی، فقیر اسپینگ ملز لمیٹڈ، ۱۹۶۳ء۔

۶ ڈاکٹر اختر حسین رائے پوری، مصنف (آپ بیتی) ''گرد راہ''۔

۷ یعنی ''گرد راہ'' کے مصنف نے جو لکھا ہے کہ رشید صاحب جگر صاحب کے لیے ''ایک آدھ بوتل منگوا دیتے تھے''۔

۸ قاضی عبدالودود (م: ۱۹۸۴ء) فارسی و اُردو کے مشہور محقق

۹ مولانا عبدالعزیز میمن۔ بقول جلیل قدوائی ''علی گڑھ میں میرے وقت [۳۶-۱۹۲۳ء] میں 'میمن' لکھے اور بلائے جاتے تھے''۔ لیکن عربی تحریروں میں ''المیمنی''۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب نے بھی اس سے قبل ''المیمنی'' تحریر کیا ہے۔ آپ کی زندگی و تصانیف پر کراچی یونیورسٹی کے ایک اسکالر کو ڈاکٹریٹ تفویض ہوئی ہے۔ آپ کی علمی خدمات پر کراچی کے انجینئر راشد شیخ صاحب کام کررہے ہیں اور ان کی تحریرات مرتب کرکے شائع کررہے ہیں۔

۱۰ PNFurbank: "Emforster a life" (Two volume), London, Seckr and Warburg, 1977-78.

۱۱ ''حیاتِ مستعار'' از جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، مکتبۂ اسلوب، ۱۹۸۷ء۔

خط نمبر:۳

۱ Jalil Ahmed Kidwai, (Edited):"Forster-Masood Letters", Karachi, Ross Masood Academy, 1984.

۲ ہرمزی (بیگم) جلیل قدوائی: ''کیفیاتِ حج بیت اللہ''، طبع اوّل، کراچی، ادارۂ نگارش و مطبوعات، ۱۹۸۳ء۔

خط نمبر:۴

۱ جلیل قدوائی نے اس مکتوب کا جواب ۳؍دسمبر ۱۹۹۱ء کو تحریر کیا ہے۔

۲ یہ ذخیرۂ کاغذات راس مسعود لائبریری کے لیے ممتاز حسن مرحوم اور بعض دیگر علم دوست حضرات کے عطیہ کردہ مشاہیر کے خطوط اور چند اہم تصانیف کے مسودات کی نقول پر مشتمل تھا۔ جسے جلیل نے مذکورہ لائبریری کی تقریباً ڈیڑھ ہزار کتابوں کے ساتھ ۱۹۷۵ء میں جامعہ کراچی کی محمود حسین لائبریری کی نذر کر دیا تھا۔ جہاں یہ ایک گوشے ''گوشۂ راس مسعود'' کی صورت میں محفوظ کر دیا گیا۔ گزشتہ سال کے آخر میں راقم الحروف نے یہ گوشہ بھی دیکھا تھا، مگر افسوس یہ ذخیرہ اب بہت مختصر ہو چکا ہے۔ نوادرات اور تصاویر شاید کہیں اور منتقل کر دی گئیں ہیں۔ مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو ۔ راقم الحروف کا مقالہ ''راس مسعود سوسائٹی اور جلیل احمد قدوائی''۔

۳ علی گڑھ میں مولانا احسن مارہروی، جلیل قدوائی کے استاد ضرور رہے ہیں، لیکن شاعری میں آپ نے کسی سے شرف تلمذ حاصل نہیں کیا۔ اس ضمن میں مزید تفصیلات کے لیے ملاحظہ ہو: مکتوب جلیل قدوائی بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد، محررہ ۳؍دسمبر ۱۹۹۱ء۔ زیر نظر شمارہ مجلۂ ''تحقیق''۔

خط نمبر:۵

۱ خودنوشت: آلِ احمد سرور، طبع اوّل، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۱ء۔

۲ خط نمبر ۱ کا حاشیہ نمبر ۲ ملاحظہ ہو۔

۳ ''سرسیّد علیہ الرحمہ و ضمیمہ سیّد محمود'' مرتبہ: جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود اکادمی، ۱۹۸۵ء۔

۴ ''چشمۂ آفتاب'': از جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، ادارۂ نگارش و مطبوعات، ۱۹۸۴ء۔

۵ Jalil Ahmad Kidwai "(Edited): ***"Realms of Gold"*** by Syed Ross Masood, Karachi, Ross Masood Academy 1986.

۶ ''قاضی جلال الدین'' کے عنوان سے جلیل قدوائی کا ایک مختصر مگر دل چسپ شخصی مضمون ہے۔ جو پہلے ''سب رس'' کراچی، دسمبر ۱۹۸۸ء میں شایع ہوا تھا۔ ازاں بعد آپ کے خاکوں کے دوسرے مجموعے ''چند اور اکابر، چند اور معاصر'' میں شریک ہوا۔ بقول جلیل قدوائی: ''قاضی جلال الدین مسلم یونیورسٹی علی گڑھ میں جغرافیے کے لیکچرر تھے۔ ۱۹۳۶ء سے قبل اپنی ملازمت ختم کر کے جا چکے تھے۔ بحوالہ ایضاً

۷ ''ڈاکٹر ہادی حسن'' کے عنوان سے جلیل قدوائی کا یہ شخصی مضمون بھی پہلے ماہنامہ ''سب رس'' کراچی، اکتوبر ۱۹۸۸ء میں شائع ہوا۔ پھر ''چنداور اکابر، چنداور معاصر'' میں شامل کیا گیا۔ آپ کے بارے میں جلیل قدوائی رقم طراز ہیں کہ:

''باکمال اور مستند فارسی داں بلکہ اہلِ زبان۔ ڈاکٹر ہادی حسن، نواب محسن الملک کے برادر زادے تھے، سُرخ وسفید، نرم ونازک، شمشادقد ••• ڈاکٹر صاحب ابتداء میں چند دن کیمسٹری کے استاد رہے، بعد میں فارسی کے پروفیسر اور صدر شعبہ مقرر ہوئے جو اُن کی اصل لائن تھی۔ 'ایرانی جہاز رانی کی تاریخ' اُن کی ڈاکٹریٹ کے مقالے کا موضوع تھا۔ اور اُن کا انگریزی زبان میں یہ مقالہ بڑے سائز کی ایک ضخیم کتاب کی شکل میں آرٹ پیپر پر اور باتصویر شایع ہوا تھا۔ فردوسی کے ہزار سالہ جشن کے موقع پر یونیورسٹی کی طرف سے ایران گئے تھے اور وہاں اپنی قابلیت کا لوہا منوا کر اور اپنے حُسنِ تقریر کے جھنڈے گاڑ کر واپس آئے تھے''۔ (بحوالہ ایضاً)

۸ ڈاکٹر ریاض الاسلام، علی گڑھ میں جلیل قدوائی کے شاگرد رہ چکے ہیں۔ آپ کا ایک مکتوب راقم کے پاس محفوظ ہے، جس میں آپ نے اپنے اُستادِ محترم سے قدیم نیاز مندی کا اظہار کیا ہے۔ آپ نے ۲۰۰۷ء میں وفات پائی۔ آپ کے انتقال پر جامعۂ کراچی میں ایک تعزیتی اجلاس منعقد ہوا، جس میں آپ کی ۶۵ برس پر محیط تحقیق و تدریس کے شعبے سے وابستگی پر خراجِ تحسین پیش کیا گیا۔ ۱۹۶۸ء میں جامعۂ کراچی میں انسٹی ٹیوٹ آف سینٹرل اینڈ ویسٹ ایشین اسٹڈیز کا قیام آپ کا ایک منفرد کارنامہ ہے۔ جب کہ جامعۂ کراچی کے ''پروفیسر ایمریٹس'' ہونے کا بھی اعزاز آپ کو حاصل ہوا۔

[بحوالہ: روزنامہ ''جنگ'' کراچی، مورخہ ۲۲/اگست ۲۰۰۷ء، بروز بدھ، ص ۱۳]

ڈاکٹر ریاض الاسلام کے خطوط بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد اور ڈاکٹر مختار الدین احمد کے خطوط بنام ڈاکٹر ریاض الاسلام کے عکس جناب محمد راشد شیخ (کراچی) کے پاس محفوظ ہیں یہ جلدی شائع ہونے والے ہیں۔

خط نمبر:۶

۱ ''خواب باقی ہیں'' (خودنوشت) آلِ احمد سرور، طبع اوّل، علی گڑھ، ایجوکیشنل بک ہاؤس، ۱۹۹۱ء۔

۲ خط نمبر ۵ کا حاشیہ نمبر ۸ ملاحظہ ہو۔

۳ مذکورہ علی گڑھ ''تاریخ ادب اُردو'' کا منصوبہ پروفیسر رشید احمد صدیقی صدر شعبۂ اُردو کے دورِ صدارت پر تیار ہوا۔ وہ اس کے ڈائرکٹر اور ڈاکٹر نذیر احمد (شعبۂ فارسی لکھنؤ یونیورسٹی) اس کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر مقرر

ہوئے۔ رشید صاحب کی سبکدوشی کے بعد آل احمد سرور صاحب ڈائریکٹر اور ڈاکٹر نذیر احمد کے علی گڑھ کے شعبۂ فارسی میں ریڈر مقرر ہونے کے بعد مجنوں گورکھ پوری صاحب کا اسسٹنٹ ڈائریکٹر شپ پر تقرر عمل میں آیا۔ اس ''تاریخ'' کی صرف پہلی جلد علی گڑھ مسلم یونیورسٹی پریس علی گڑھ سے ۱۹۶۲ء میں شایع ہوسکی۔ ۵۴۴ صفحات کی اس تاریخ ادب پر رشید حسن خان کا عالمانہ تبصرہ دیکھنے کے لائق ہے۔ ملاحظہ ہو:

''علی گڑھ تاریخِ ادب اُردو'' مشمولہ ''ادبی تحقیق۔ مسائل اور تجزیہ'' پاکستانی ایڈیشن، لاہور، الفیصل ناشران وتاجران کتب، اکتوبر ۱۹۸۹ء، ص ۲۵۷۔

۴ آل احمد سرور کی خودنوشت کا نام ہے: ''خواب باقی ہیں''، اس نام سے پہلے لفظ ''ابھی'' ڈاکٹر صاحب کا سہو قلم ہے۔ اس کتاب کا نام اس کے سرورق پر درج مندرجہ ذیل مصرعے سے ماخوذ ہے:

''ہزاروں خواب ہیں پامال لیکن خواب باقی ہیں''۔

خط نمبر: ۷

۱ دیوانِ بیدار کی گمشدگی سے متعلق جلیل قدوائی نے اپنے ایک مکتوب محررہ ۳ر دسمبر ۱۹۹۱ء میں تفصیلات بیان کی تھیں۔ ان کے استفسار پر جلیل قدوائی نے ۲۰ر اکتوبر ۱۹۹۲ء کے خط میں یہ تفصیلات مکرر تحریر کی ہیں۔ ملاحظہ ہو: زیرِ نظر شمارہ مجلۂ ''تحقیق''۔

۲ یہ راقم الحروف کے ایم۔ اے کا مونوگراف تھا۔ اس کے کوائف درج ذیل ہیں:

''جلیل قدوائی: شخصیت اور فن'' از شاہ انجم، طبع اوّل، کراچی، رفاء پبلی کیشنز، ۱۹۹۲ء۔

۳ ''مکتوباتِ عبدالحق'' مرتبہ جلیل قدوائی کا صرف ایک ہی ایڈیشن نکلا تھا، جو مکتبۂ اسلوب کراچی سے ۱۹۶۳ء میں شایع ہوا۔ ازاں بعد اُردو اکیڈیمی سندھ نے نئے ٹائیٹل اور ڈسٹ کور کے ساتھ اسے ''مکاتیبِ عبدالحق'' کے نام سے متعارف کرایا۔ حوالے کے لیے دیکھیں مکتوبِ جلیل بنام ڈاکٹر مختار الدین احمد محررہ ۲۰ر اکتوبر ۱۹۹۲ء۔ مذکورہ ناموں کے اختلاف نے ایک عجیب اُلجھن پیدا کردی ہے۔ اکثر لوگ یہی سمجھتے ہیں کہ شاید ''مکتوباتِ عبدالحق'' اور ''مکاتیب عبدالحق'' دو مختلف ایڈیشن ہیں۔ ڈاکٹر معراج نیّر زیدی نے بھی اس ''عجیب بات'' کا ذکر اپنے پی ایچ ڈی کے مقالے میں کیا ہے۔ (ڈاکٹر سیّد معراج نیّر زیدی: ''بابائے اُردو ڈاکٹر مولوی عبدالحق۔ فن اور شخصیت''، طبع اوّل، لاہور، ''ابلاغ''، ۱۹۹۵ء، ص ۱۸۱۔۱۸۰) اصل واقعہ یہ ہے کہ جب ''مکتبۂ اسلوب'' کا روپیا بہت سی کتابوں میں پھنس گیا اور اس کے

نکلنے کی کوئی صورت نظر نہ آئی تو مکتبۂ اسلوب نے ''مکتوباتِ عبدالحق'' کے تمام اسٹاک کا معاملہ اُردو اکیڈمی سندھ کراچی سے کرلیا۔ چناں چہ مجموعے اور ناشر کے نام نیز بیرونی اور اندرونی ٹائٹل کی تبدیلی کے بعد یہ مجموعہ ''مکاتیبِ عبدالحق'' ہوگیا۔

۴ ''ریلمس آف گولڈ'' مرتبہ: جلیل قدوائی، طبع اوّل، کراچی، راس مسعود اکادمی۔۱۹۸۶ء۔

۵ ''کیفیاتِ حجِ بیت اللہ'' از ہرمزی (بیگم) جلیل قدوائی، طبع اوّل، ادارۂ نگارش و مطبوعات، ۱۹۸۳ء۔

خط نمبر:۸

۱ علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی کا مونوگرام

۲ ''کچھ آپ بیتیاں، کچھ جگ بیتیاں''، طبع اوّل، کراچی، ادارۂ نگارش و مطبوعات، ۱۹۸۹ء۔

۳ مخمور اکبر آبادی کی چند نظموں کا مجموعہ جو مشرقی پاکستان کے تناظر میں نظم کی گئیں ہیں۔ یہ جلیل قدوائی کے حرفِ آغاز کے ساتھ ۱۹۶۷ء میں راس مسعود اکادمی سے شایع ہوا تھا۔

۴ راقم الحروف شاہ انجم۔

۵ جلیل قدوائی کے نام مشاہیر کے مطبوعہ خطوط کا سلسلہ جو ماہ نامہ ''سب رس'' کراچی، میں جولائی ۱۹۸۰ء سے لے کر مئی ۱۹۸۷ء تک وقتاً فوقتاً شائع ہوتے رہے۔ جلیل نے ان مطبوعہ خطوط پر ضروری حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔

۶ جلیل قدوائی نے اپنے درج ذیل نظر ثانی شدہ مسودات مشفق خواجہ سے لے کر راقم الحروف کو عنایت کر دیے تھے: (۱) ''جگر و اصغر'' (۲) ''چند اکابر، چند معاصر''، (۳) ''انشائے بے بدل''۔ ان میں ''جگر و اصغر''، مشفق خواجہ کی مہربانی سے ادارۂ یادگارِ غالب کراچی سے ۲۰۰۳ء میں شایع ہو چکی ہے۔ بقیہ کتابوں کی اشاعت کے لیے پبلشر کا انتظار ہے۔

۷ مطبوعہ ماہنامہ ''عصمت'' کراچی، مئی ۱۹۸۵ء، ص ۱۴۔

خط نمبر:۹

۱ علی گڑھ، مسلم یونیورسٹی کا مونوگرام۔

۲ راقم الحروف شاہ انجم

۳ ''خواب باقی ہیں'' (خودنوشت) آل احمد سرور۔

۴ ڈاکٹر احسان رشید نے اپنے مکتوب میں آل احمد سرور کی خودنوشت ''خواب باقی ہیں'' اور جلیل قدوائی کی خودنوشت ''حیاتِ مستعار'' (حصہ اوّل) پر جو تبصرہ کیا ہے، وہ اصل خط راقم کے پاس موجود ہے۔ ڈاکٹر مختار الدین احمد صاحب کو اس خط کی جو نقل جلیل قدوائی مرحوم نے بھیجی تھی اُسے انھوں نے اپنے نام جلیل قدوائی کے مکتوبات کے آخر میں ایک ضمیمے کے طور پر شامل کر دیا ہے۔ ملاحظہ ہو: زیرِ نظر شمارہ مجلہ ''تحقیق''۔

خط نمبر: ۱۰

۱ علی گڑھ مسلم یونیورسٹی کا مونوگرام۔

۲ چوں کہ ہرمزی بیگم کے انتقال کے بعد جلیل قدوائی کراچی میں تنہا رہ گئے تھے، لہٰذا آپ کی دیکھ بھال نیز علاج معالجے کی غرض سے آپ کے لائق فرزند لیفٹیننٹ جنرل خالد احمد قدوائی آپ کو اپنے ہمراہ جہلم لے گئے تھے، جہاں وہ تعینات تھے۔ اب ریٹائر ہو چکے ہیں۔

ضمیمہ

استادِ محترم، تسلیمات

آپ مجھے بھول گئے ہوں گے تو کچھ تعجب نہیں، اس لیے کہ علی گڑھ میں، میں پچھلی بنچوں پر خاموشی سے بیٹھنے والا طالب علم تھا، اور اس بات پر بھی نصف صدی گذر چکی ہے۔ آپ اس کبرسنی میں نوجوانوں کی ہمت سے جس طرح کام کر رہے ہیں وہ ایک مثالی بات ہے۔

یہ انسٹی ٹیوٹ مالی وسائل کے بغیر کام کر رہا ہے۔ بائیس سال میں تیرہ کتابیں شائع کی ہیں اور اس وقت سراج الدین علی خاں آرزو کی تالیف ''مثمر'' زیرِ طباعت ہے۔

مطبوعات کی فہرست منسلک ہے۔ تازہ کتاب ''خانخانان نامہ'' کا ایک نسخہ بھی ارسالِ خدمت ہے۔ اور جو کتابیں مطلوب ہوں وہ پیش کر دی جائیں گی۔

خدا آپ کو تا دیر صحت و عافیت کے ساتھ قائم رکھے۔

والسلام معہ الاحترام

نیاز کیش

ریاض الاسلام

o < ------ > o